10

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

15 تا 21 مارچ 2007ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

چاہ کن راچاہ درپیش

توبہ کی اہمیت

وہ کیا گردوں تھا......

سینگال میں اسلام

اے پی سی کا ایجنڈا اور مجلس عمل

نماز اور جدید میڈیکل سائنس

متاعِ غرور

کیا 'بچنا' اِسی کو کہتے ہیں؟

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

امت مسلمہ یا نام نہاد اسلامی دنیا؟

امتِ مسلمہ جو صحیح معنوں میں اسلام کی عملی تصویر ہو، صدیوں سے ناپید ہے۔ کیونکہ امتِ مسلمہ کسی ''خطۂ زمین'' کا نام نہیں ہے جو کبھی اسلام کا مسکن رہا ہو، نہ کسی قوم کا نام ہے، جس کے آباؤ اجداد تاریخ کے کسی دور میں نظامِ اسلامی کے علمبردار رہے ہوں۔ ''امتِ مسلمہ'' تو انسانوں کی وہ جماعت ہے جس کی رسوم وروایات، جس کے افکار وتصورات، جس کے عقائد و نظریات، جس کی اخلاقی قدریں اور ترک واختیار کے پیمانے، غرض ساری چیزیں شریعتِ اسلام کے چراغ کا پرتو ہوں۔ اور سچ پوچھو تو ایسی امت اُس وقت سے ناپید ہے، جب سے شریعتِ الٰہی حکومت کے ایوانوں سے بے دخل ہے۔

ضروری ہے کہ یہ ''امت'' اس زمین پر دوبارہ ''نمودار'' ہو، تاکہ اسلام انسانیت کی قیادت کے سلسلے میں اپنا کردار پھر سے ادا کر سکے۔ ضروری ہے کہ وہ امت پھر ''سامنے لائی جائے''، جو غلط تصورات وافکار، گمراہ نظریات اور باطل نظاموں کے انبار میں کھو کر رہ گئی ہے۔ ان نسلوں کے ہجوم میں گم ہو کر رہ گئی ہے جن کو نہ اسلام سے کوئی واسطہ ہے، نہ شریعت اسلامی سے، اگرچہ عام طور پر یہ گمان ہے کہ وہ نام نہاد ''اسلامی دُنیا'' میں موجود ہے!!!

نقوشِ راہ

سید قطب شہیدؒ

سورۃ المائدہ

(آیت:69 تا 72)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾﴾

''جولوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی اُن کو (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور اُن کی طرف پیغمبر بھی بھیجے۔ (لیکن) جب کوئی پیغمبر اُن کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا' جن کو اُن کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے' اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آئے گی' تو وہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے اُن پر مہربانی فرمائی (لیکن) پھر اُن میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے۔ اور اللہ اُن کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ لوگ بے شبہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریمؑ کے بیٹے (عیسیٰ) مسیحؑ اللہ ہیں۔ حالانکہ مسیحؑ یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

سورۃ المائدہ کی آیت 69 کے الفاظ تقریباً وہی ہیں جو سورۃ البقرہ آیت 62 کے ہیں۔ ان آیات سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ شاید ایمان بالرسالت کی ضرورت ہی نہیں' حالانکہ سورۃ النساء کی آیت 150 '151 میں ہے۔ ''جولوگ اللہ اور اُس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ بلاشبہ کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' اگر لوگ رسول پر ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ پر کیسے ایمان لائیں گے۔ اللہ پر ایمان لانا تو رسول کے بتانے سے ہی ہوتا ہے۔ قرآن کی کسی ایک آیت کا وہ مطلب لینا کسی طرح بھی درست نہیں جو قرآن مجید کی دوسری محکم آیات کے خلاف ہو۔ قرآن مجید میں تو جا بجا حضور ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت ہے۔ لہٰذا اس سے صرف نظر کرنا اُسی صورت میں ہوسکتا ہے جب نیت میں فساد اور دل میں کجی پیدا ہو چکی ہو۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور جو صابی اور نصاریٰ تھے' جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے' پھر اچھے عمل کرے تو ایسوں کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ حزن سے دوچار ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے پہلے جو لوگ اپنے وقت کے نبی اور گزشتہ انبیاء پر ایمان رکھتے تھے اور پھر ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے نیک اعمال سرانجام دیتے تھے تو وہ بھی اس آیت کے مصداق ہیں کہ نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ حزن سے دوچار ہوں گے۔

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور اُن کی طرف بہت سے رسول بھیجے' تو جب کبھی اُن کے پاس کوئی رسول وہ چیز لے کر آئے جو اُن کے نفس کو پسند نہیں آئی تو (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو انہوں نے جھٹلانے پر ہی اکتفا کیا جب کہ دوسرے گروہ کو وہ قتل بھی کرتے رہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس سے ان پر کوئی آفت نہیں آئے گی اور اس سے انہیں کوئی سرزنش نہیں ہوگی۔ اللہ نے انہیں فوراً نہیں پکڑا' بلکہ انہیں مہلت دی اور توبہ کا موقع دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ اُسے خوب جانتا ہے۔

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا مسیح عیسیٰ بن مریمؑ ہی اللہ ہے' حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے یعقوبؑ کی اولاد بندگی اور پرستش اُس اللہ کی کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یقیناً جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا' اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام کر دے گا' اور اُس کا ٹھکانہ آگ ہے' اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

فرمانِ نبویؐ

مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا

چودھری رحمت اللہ بٹر

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ نُفَیْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : ((اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ قُلْتُ :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ :اِنَّهٗ كَانَ حَرِیْصًا عَلٰی قَتْلِ صَاحِبِهٖ)) [متفق علیہ]

حضرت ابوبکر نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان تلوار کے ساتھ ایک دوسرے کا سامنا کرتے ہیں تو قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ آتا ہے مگر مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ بھی اپنے مسلمان ساتھی کو قتل کرنے کا حریص تھا۔ (اس کا داؤ چل جاتا تو یہ اُسے مار ڈالتا)''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

چاہ کن را چاہ درپیش

پاکستانی قوم بڑی سمجھ دار ہے' اس لیے کہ ساٹھ سال سے ہونے والے واقعات سے بلکہ صحیح تر الفاظ میں ساٹھ سال میں ہونے والی وارداتوں میں اگر وہ شرم سے سر جھکانا شروع کرتی تو کب کی سر کے بل دفن ہو چکی ہوتی۔ **1971**ء میں پاکستان کا قتل ہوا۔ ٹائیگر نیازی اروڑا سنگھ کے سامنے سرنگوں ہوئے' اپنی کیپ اتار کر میز پر رکھی' اپنا ریوالور نکال کر دونوں ہاتھوں سے اسے پیش کیا' اپنی بیلٹ بھی اتاری اور قوم اتنا بھی نہ روئی جتنا طویل عرصہ سے بیمار بوڑھی ساس کے مرنے پر بہو روتی ہے۔ **1974**ء میں بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا اور پاکستان کو دھمکانا شروع کیا' لگتا تھا' کسی نہ کسی بہانے بقیہ پاکستان پر بھی ہاتھ صاف کرے گا۔ ہالینڈ میں مقیم ایک سیاہ فام لمبے تڑنگے پاکستانی نے کہا: میں پاکستان کے لیے ایٹم بم بناؤں گا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ بھارت کو ایٹم بم کا تحفہ دینے والا سربراہِ مملکت بنا دیا گیا' حالانکہ اُس سے اپنی شکل کیا بال بھی سنوارے نہیں جاتے اور قوم کی خاطر ایک دنیا کو اپنا دشمن بنانے والے ڈاکٹر عبدالقدیر کو قوم کی آنکھوں کے سامنے ایسے ذلیل و رسوا کیا گیا جیسے دیہات میں کوئی اگر چوری کر لے تو چودھری اس کو گدھے پر سوار کر کے ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ اس کے بعد کتنی بار ہمارے ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت کی نیت خراب ہوئی' لیکن وہ ہائے کھوٹہ کہہ کر چپ سادھ لینے پر مجبور ہوا۔ جبکہ قوم نے اپنے اس محسن کے لیے اپنے معمولات ڈسٹرب نہ کیے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جسے اُس کے باسی مملکتِ خداداد کہتے ہیں۔ آئین کے مطابق اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ لیکن قوم کے نمائندوں نے جب ''تحفظ بے حیائی بل'' کو ایکٹ بنا دیا تب بھی قوم ایکٹیو نہ ہوئی۔

تازہ ترین واردات یہ ہے کہ پاکستان کے قاضی القضاۃ کو باوردی صدر نے آرمی ہاؤس طلب کیا۔ وہ پانچ گھنٹے تک وہاں رہے یا رکھے گئے' ظاہر ہے اس دوران ان کی خاصی کھچائی کی گئی ہو گی۔ وہ استعفیٰ دینے پر رضامند نہ ہوئے تو سپریم جوڈیشل کونسل میں ان کے خلاف صدارتی ریفرنس داخل کر کے انہیں گھر بھیج دیا گیا۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ انہیں نظر بند نہیں کیا گیا' صرف گھر پر پہرہ لگایا گیا ہے' حالانکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ اُن کے ٹیلی فون کاٹ دیے گئے ہیں' ٹیلی ویژن کی سہولت ختم کی گئی' اخباری نمائندے ہی نہیں اخبارات بھی ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ وردی پوش روشن خیال حکمرانوں نے اس جج کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا' جس نے پی سی او کے تحت حلف اٹھا لیا تھا۔ سیاست دانوں اور قانون دانوں کی رائے ہے کہ چیف جسٹس سے یہ ذلت آمیز سلوک اس لیے کیا گیا کہ انہوں نے پاکستان سٹیل ملز کی نجکاری میں حکومت کی بدعنوانی کو بے نقاب کیا تھا۔ انہوں نے گم شدہ شہریوں کے بارے میں حکومت سے سختی سے جواب طلبی کی تھی۔ انہوں نے بسنت منانے سے حکومت کو روکنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ انہوں نے بڑھتے ہوئے سٹریٹ کرائم پر پولیس کے ناک میں دم کیا ہوا تھا اور آئی جی پنجاب پولیس جو سابق فوجی تھے' انہیں بری طرح ڈانٹا تھا۔ انہوں نے گوادر میں حکومت کے لاڈلوں کے بانٹے ہوئے ہزاروں پلاٹوں کی الاٹمنٹ منسوخ کر دی' حالانکہ الاٹیوں میں جج اور جرنیل بھی شامل تھے۔ چیف جسٹس افتخار چودھری نے صدر مشرف کے روشن خیال دوست ڈاکٹر نسیم اشرف کی پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین کی حیثیت سے تعیناتی کے خلاف ایک رٹ سماعت کے لیے منظور کرنے کی جرأت کی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب **NCHD** کے چیئرمین بھی ہیں۔ پھر یہ کہ آنے والے دنوں میں موجودہ اسمبلی سے صدارتی انتخاب' وردی کا مسئلہ' انتخابات کے التوا پر تمام کیس بالآخر سپریم کورٹ میں آنے تھے' لہٰذا شاگردِ بش نے پیشگی حملہ کے اصول کے تحت ٹھیک ٹھیک نشانہ لگایا ہے۔ ہماری رائے بزرگانِ دانش و بینش سے کچھ مختلف ہے۔ پاکستان اسلام اور جمہوریت کی پیداوار ہے۔ اسلام کو ہم نے نعروں تک محدود کر دیا اور جمہوریت کے نام پر ہم ''میوزیکل چیئر'' کے کھیل میں مصروف ہیں۔ جمہوریت کے حقیقی ستون تین ہوتے ہیں' انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ۔ انتظامی سربراہوں کو پھانسی چڑھایا اور ملک بدر کیا گیا' مقننہ کے سربراہ کو اسمبلی کے اندر موت کی نیند سلا دیا۔ گزشتہ دور میں سپریم کورٹ پر حملہ ہوا۔ چیف جسٹس نے بھاگ کر جان بچائی۔

موجودہ عہدِ مشرف میں طبعی طور پر نہ سہی اخلاقی طور پر ہم نے عدلیہ کے سربراہ کو بھی قتل کر دیا' لہٰذا ہماری

(باقی صفحہ 15 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 10
15 تا 21 مارچ 2007ء
25 صفر تا یکم ربیع الاول 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پوری طرح متفق ہونا ضروری نہیں

اٹھاون ویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

ہے یاد مجھے نکتۂ سلمانِ خوش آہنگ
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لیے تنگ
چیتے کا جگر چاہیے' شاہیں کا تجسّس
جی سکتے ہیں بے روشنیٔ دانش و فرہنگ!
کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے' طاؤس فقط رنگ!

1۔ یہ علامہ اقبال کی مختصر ترین غزل ہے۔ صرف تین اشعار پر مشتمل اِس مختصر مگر خوبصورت غزل میں اقبال نے عہدِ غزنوی کے ممتاز فارسی شاعر مسعود سعد سلمان کے ایک نکتے کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ سلمان لاہور ہی میں پیدا ہُوا۔ پھر عہدِ غزنوی میں ایک عرصے تک لاہور کا گورنر رہا۔ بعدازاں کسی فروگذاشت کی بنیاد پر زیرِ عتاب آیا اور قید کر دیا گیا۔

1۔ اقبال کہتے ہیں کہ مجھے خوش آہنگ شاعر سلمان کا یہ شعر بہت پسند ہے جس میں اُس نے یہ دل پذیر نکتہ بیان کیا ہے کہ جفاکش انسان کبھی گردشِ روزگار کی شکایت نہیں کرتا۔ اگر اُسے اپنے وطن میں روزی نہیں ملتی تو وہ بخوشی نقلِ مکانی کرتا ہے اور اپنی ہمت اور قوت سے دوسرے ملک میں جا کر کسبِ معاش کرتا ہے۔ یہ دنیا جواں مردوں اور سخت کوش لوگوں کے لیے تنگ نہیں ہو سکتی۔ وہ تو جہاں بھی جائیں گے' اپنی ہمت' سخت کوشی اور جرأت کے سبب اطمینان کی زندگی بسر کریں گے۔ اُن کی راہ میں کوئی مشکل حائل نہیں ہو سکتی۔

2۔ انسان کے لیے علم و دانش کی روشنی بھی بنیادی اہمیت و ضرورت کی حیثیت رکھتی ہے' لیکن عملی زندگی بسر کرنے کے لئے دانش و حکمت یعنی منطق و فلسفہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگر کسی شخص میں چیتے کا سا حوصلہ اور شاہیں کی سی نگاہ ہو تو وہ علوم و فنون میں اعلیٰ تعلیم و مہارت کے بغیر بھی اس دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

3۔ اے مخاطب! اگر تُو اِس دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو بلبل اور مور کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ ہرگز نہ بنانا۔ یہ دونوں پرندے ضعیف' کمزور اور بے بس ہیں۔ بلبل کے پاس آواز اور مور کے پاس رنگ کے سوا کچھ نہیں ہے' اور یہ ظاہر ہے کہ محض اچھی آواز اور اچھے رنگوں سے حالات کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا' زندگی کی سختیوں اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے چیتے کا جگر اور شاہین کی نظر چاہیے۔

اِن تینوں اشعار کا حاصلِ کلام یہ ہے کہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنے اندر طاقت' ہمت اور محنت پیدا کرنی چاہیے۔

پریس ریلیز

9 مارچ 2007ء

امریکہ اور یورپ کو خطرہ اسلام کے نظام سے ہے' عقیدہ سے نہیں قیامت سے پہلے دین اسلام کا غلبہ حتمی اور یقینی ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

دہشت گردی کی آڑ میں اصل مقصد طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ تھا کیونکہ نیو ورلڈ آرڈر کو جو درحقیقت عالمی مالیاتی استعمار کا دوسرا نام ہے' اگر کبھی کہیں سے چیلنج کا سامنا پیش آ سکتا ہے تو وہ صرف اسلام کے نظام عدل اجتماعی سے ممکن ہے' جس کا نظارہ دنیا نے چودہ صدیاں پہلے دیکھا تھا۔ یہ بات ڈاکٹر اسرار احمد نے جامع مسجد قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں نماز جمعہ کے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور یورپ کو خطرہ اسلام کے نظام سے ہے' اسلام کے عقیدہ سے نہیں۔ عقیدہ کی حد تک مسلمانوں کو کہیں رکاوٹ درپیش نہیں' یہاں تک کہ اسرائیل میں بھی نہیں مگر اسلام محض بعض عقائد کا نام نہیں' ایک مکمل دستور زندگی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم تک قرآن پہنچا دیا جس میں تمام ہدایت مکمل ہے' ایک امت قائم کر دی اور جزیرہ نمائے عرب میں اعلیٰ ترین سطح پر اسلام کے نظام کا عملی نمونہ قائم کر کے دنیا کو دکھا دیا اور اس طرح اپنا فرض منصبی ادا کر دیا مگر آپ کا مشن ابھی تشنۂ تکمیل ہے جس کی تکمیل مسلمانوں کے ذمہ ہے' جو نبی ﷺ کے امتی ہیں اس لئے کہ نبی ﷺ پوری دنیا کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپؐ کے بھیجے جانے کا مقصد غلبہ دین تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ قیامت سے پہلے دین اسلام کا غلبہ حتمی اور یقینی ہے۔

(معتمد ذاتی)

بقیہ: کیا ''بچنا'' اِسی کو کہتے ہیں ؟

کرتے رہے ہیں اور ضرورت پڑنے پر آئندہ بھی کریں گے۔ ہماری مغربی سرحد آگ کی لکیر بن چکی ہے۔ ہمارے قبائلی علاقے سلگ رہے ہیں۔ جگہ جگہ بم پھٹ رہے ہیں۔ بلوچستان بے قابو ہو رہا ہے' ایران بارڈر پر دیوار کھڑی کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے سفیر کی سرزنش بھی کر رہا ہے۔ چین اور بھارت کے مراسم کبھی اتنے دوستانہ نہ تھے جو ہمارے امریکہ کے ساتھ بُری طرح منتج ہو جانے کے باعث ہو چکے ہیں۔ کشمیر کہانی بنتا جا رہا ہے۔ ایٹمی پروگرام کے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر سے براہ راست بازپُرس کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے۔ امریکی کانگرس اقتصادی کولہو میں پیلنے کے لئے ہمارے خلاف قانون سازی کر رہی ہے اور دنیا کا ہر اوباش ہماری قومی عصمت و آبرو کے درپے ہے۔

کیا ''بچنا'' اسی کو کہتے ہیں؟ ہم سے تو عراقی اور افغانی ہی بھلے کہ مَر رہے ہیں تو مار بھی رہے ہیں اور بپھرے ہوئے عفریت کے سامنے سینہ تانے کھڑے ہیں۔ شاید وہ جانتے ہیں کہ ''بچنے'' کے جتن کرنے والے بچا نہیں کرتے۔ بچتے وہی ہیں' جو مرنے مارنے پہ تیار رہتے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

منبر و محراب

توبہ کی اہمیت

توبہ ہر انسان کی ضرورت ہے' کیونکہ کوئی بھی شخص خطا سے پاک نہیں

مسجد دار السلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 23 فروری 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! مجھے جس آج موضوع پر گفتگو کرنا ہے وہ ہے: ''توبہ کی عظمت و اہمیت''۔ توبہ ہر انسان کی ضرورت ہے' کیونکہ کوئی بھی شخص خطا اور معصیت سے پاک نہیں۔ اور خطا کے ازالہ کی صورت توبہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ)) (رواہ الترمذی)

''تمام اولاد آدم خطا کار ہے' اور خطا کاروں میں سے بہترین وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔''

سوال یہ ہے کہ توبہ کا مفہوم کیا ہے؟ توبہ کے معانی پلٹنے اور لوٹ آنے کے ہیں۔ آپ غلط رُخ پر جا رہے تھے کہ آپ کو احساس ہوا' اور وہاں سے مڑ گئے' یوٹرن لیا اور صحیح راستے پر لوٹ آئے تو یہ توبہ ہے۔ اور اس کی صورت ہے کہ آدمی اپنی غلطی' گناہ اور معصیت پر تہہ دل سے نادم و پشیمان ہو' اور پھر آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے' اللہ تعالیٰ سے اُس کی معافی مانگے اور استغفار کرے کہ اے اللہ! میں خطا کار ہوں' مجھ سے گناہ ہو گیا ہے' تیری نافرمانی ہوئی ہے' تُو معاف کرنے والا ہے' مجھے معاف فرما دے۔

پلٹنے اور رجوع کرنے کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ گویا کوئی راستہ تھا جس سے آپ ''ڈی ٹریک'' ہو گئے۔ اور یہ راستہ اللہ کو اپنا رب ماننے' اور اُس کی بندگی کا راستہ ہے' جس پر چلنے کا عہد انسان نے اللہ تعالیٰ سے کر رکھا ہے۔ اِس عہد کو عہد الست کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہماری روحوں سے یہ سوال کیا تھا کہ ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ''قَالُوْا بَلٰى'' ارواح نے جواب دیا تھا' کیوں نہیں۔ یعنی اے پروردگار! تو ہی ہمارا رب ہے' تو ہی ہمارا مالک ہے' تو ہی ہمارا معبود ہے۔ اب اگر ہم راہِ بندگی سے انحراف کرتے ہیں' تو اِس کا مطلب یہ ہے۔ ''ڈی ٹریک'' ہو کر غلط راستے پر چل رہے ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم غلط راہ کو چھوڑ کر اصل راستے پر لوٹ آئیں۔

توبہ تمام انسانوں کی ضرورت ہے۔ چاہیے کہ غیر مسلم بھی توبہ کریں اور اُن کی توبہ کا پہلا قدم یہ ہوگا کہ اللہ کی توحید کا اقرار کریں' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مانیں' اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کامل ہدایت قرآن حکیم پر ایمان لائیں۔ جس میں بندگی کی صراط مستقیم کا جانب رہنمائی کی گئی ہے۔ ہر مسلمان بھی توبہ کا شدید محتاج ہے۔ اِس لئے کہ ہم مسلمانوں نے نہ صرف عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ تجھے ہی اپنا رب مانیں گے' بلکہ دنیا میں بھی ہم یہ وعدہ دہراتے رہتے ہیں کہ '' اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' یعنی ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں' (کریں گے) اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (مانگیں گے) مگر اِس وعدہ کے باوجود ہم سے عہد بندگی کو پورا کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے' گناہوں کا صدور ہو جاتا ہے' جو چیزیں اللہ نے لازم کی ہیں' اُن کی ادائیگی میں کمی رہ جاتی ہے اور جن چیزوں سے اُس نے روکا ہے' اُن سے رکنے کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے کہ اپنی غلطی اور گناہ پر نادم ہو کر اللہ کی طرف رجوع کریں اور اُس سے مغفرت مانگیں۔ ایسا نہیں ہے کہ چونکہ ہم ایمان لے آئے ہیں' لہٰذا ہمیں توبہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یاد رکھئے! آخرت میں کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ انسان کے اعمال پر ہوگا۔ وہاں اچھے اور بُرے اعمال تلیں گے' تو جس کے اچھے اعمال کا پلڑا بھاری ہو گیا' وہ کامیاب ہو جائے گا' اور عیش و آرام میں ہوگا' اور جس کے اعمال صالحہ کا پلڑہ ہلکا ہوا تو وہ ناکام و نامراد ہوگا اور کفار کے ساتھ اُس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝﴾ (القارعۃ)

''تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے' وہ دل پسند عیش میں ہوگا' اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے اس کا مرجع ہاویہ ہے۔''

منافقین کا مسئلہ یہی تھا کہ وہ ایمان کا دعویٰ و اقرار تو بڑے زور شور سے کرتے تھے' مگر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت انہیں گوارا نہ تھی۔ آج ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو بحیثیت مجموعی یہی دکھائی دے گا کہ ہم بھی حد درجہ ڈھٹائی کے ساتھ اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے اور شریعت کی تعلیمات کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ یاد رکھئے! اگر ہم نے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح اور اللہ کے حضور سچی توبہ نہ کی تو بالآخر ہمارے گناہ بہت بڑا بوجھ بن جائیں گے' اور ہمیں جہنم میں لے جانے کا باعث بن جائیں گے (اعاذنا اللہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا' مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مال و متاع۔ آپؐ نے فرمایا' میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا مگر اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہوگا' کسی پر الزام لگایا ہوگا' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون گرایا ہوگا' اور کسی کو مارا ہوگا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو حق تلف کرنے والے کی نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر جب اُس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور ابھی اس پر حق باقی ہوں گے تو پھر (حقدار) لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم)

> **رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**
>
> ''تمام اولادِ آدم خطا کار ہے' اور خطا کاروں میں سے بہترین وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔''

توبہ ہم سب کی ضرورت ہے' مگر افسوس کہ ہمیں اس کا احساس ہی نہیں۔ ہم مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کا حال یہ ہے کہ پوری زندگی سرکشی اور بغاوت پر گزار دیتے ہیں اور اِس بات کی پرواہی نہیں ہوتی کہ اللہ کا حکم کیا ہے' رسول ﷺ کی سنت کیا ہے' حلال کیا ہے' حرام کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ٹھیک ہے' نماز فرض ہے' مگر ہمارے پاس وقت نہیں' کیونکہ ہماری مصروفیات ایسی ہیں کہ ہم نہیں پڑھ سکتے۔ اِسی طرح سود اور رشوت خوری حرام ہے' لیکن کیا کیا جائے' اِس کے بغیر گزارا نہیں ہے۔ درحقیقت یہ لوگ کھلم کھلا شیطان کے راستے پر چلتے ہیں اور جان بوجھ کر اور ڈھٹائی کے ساتھ چلتے ہیں۔ ساری زندگی برائیاں کرتے ہیں اور اِس انتظار میں ہوتے ہیں کہ آخری عمر میں توبہ کر لیں گے۔ ایسے لوگوں کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی' اور آخر وقت اگر توبہ کرنا بھی چاہیں تو توبہ قبول نہیں کی جاتی' ایسی توبہ تو فرعون نے بھی کی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔ ایسے لوگوں کی توبہ کی بابت قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٨﴾ ﴾ (النساء)

''اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔''

ہاں وہ لوگ کہ جو شعوری طور پر صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں' دینی تقاضوں کو پورا کرتے اور حرام امور سے اجتناب کی سعی کرتے ہیں' لیکن کسی غفلت میں' یا جذبات کی رو میں بہہ کر یا کسی تساہل کی بنا پر اُن سے کبھی کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے' فرض کی ادائیگی میں کمی رہ جاتی ہے' کسی گناہ کا صدور ہو جاتا ہے' کیونکہ انسان میں نسیان ہے' اُس کے ساتھ نفس لگا ہوا ہے' شیطان ہے جو بہکاتا رہتا ہے۔ بہرحال ایسے لوگ جو بندگی کی شاہراہ پر چلتے ہوئے کہیں کوئی غلطی یا نافرمانی کا ارتکاب کر بیٹھیں' مگر فوراً پلٹ آئیں' گڑگڑا کر اللہ کے حضور توبہ کریں تو ایسے لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ وہ اِن کی توبہ ضرور قبول کرتا ہے۔

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ ﴾ (النساء)

''اللہ اُنہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں' پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔''

توبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہت بڑا مظہر ہے۔ چونکہ

پریس ریلیز

اگر قوم نے اجتماعی توبہ نہ کی تو ہم اُس عذاب سے نہ بچ سکیں گے جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے

حافظ عاکف سعید

نائن الیون کے بعد جس طرح ہم ایک دوراہے پر کھڑے تھے' اسی طرح اب دوبارہ ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں۔ اُس وقت ہم نے جن چیزوں کو بچانے کے لیے امریکہ کے خوف سے ایک بھیانک یُوٹرن لیا تھا' وہ سب گنوا چکے ہیں۔ آج ہم عملاً محکوم اور غلام ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا' یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ امریکہ کی جنگ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ہے۔ نائن الیون کے بعد ہم نے گویا اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے خود کو امریکہ کے آلۂ کار کے طور پر متعارف کروایا۔ ہم نے اللہ کی بجائے امریکہ کو واجب اطاعت جانا۔ ہم امریکہ کی ڈکٹیشن پر نظریۂ پاکستان سے منحرف ہوئے' جو پاکستان کے وجود اور استحکام کی بنیاد ہے۔ ہم نے امریکہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی دینی اقدار کو قربان کر دیا۔ اسلام کے رُخ روشن کو روشن خیالی اور رواداری کے خوش نما عنوان کے تحت مسخ کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اس سب کا پاکستان کو یہ صلہ ملا کہ ایران پر متوقع امریکی حملے کے موقع پر اب دوبارہ وہی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ہمارا ساتھ دیتے ہو یا تمہیں پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے۔ ہماری کیفیت کچھ ایسی ہے کہ سو جوتوں سے بچنے کے لیے سو پیاز کھائے تھے لیکن اب سو جوتے بھی کھانا ہوں گے۔ یہ ذلت و رسوائی دراصل اللہ کی طرف سے ہمارے انہی اجتماعی جرائم کی سزا ہے' کیونکہ قیام پاکستان کے بعد سے ہم جب کبھی ایسے دوراہے پر کھڑے ہوئے ہم نے دینی اقدار کو پس پشت ڈال دیا۔ اگر ہم نے ایمان اور عمل صالح کے تقاضے پورے کیے ہوتے تو قرآن میں اللہ کے وعدے کے مطابق ہم غالب ہوتے' ہمیں خوشحالی اور امن و امان کی کیفیت حاصل ہوتی۔ لیکن اللہ سے بے وفائی کے باعث ہم مسلمانان پاکستان تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ آج ہمارے ملک میں روشن خیالی کے نام پر بدترین چنگیزیت رائج ہے۔ عوام کو جان و مال کا تحفظ حاصل نہیں۔ لوگ اپنی حفاظت کے لئے گارڈ رکھنے پر مجبور ہیں۔ عوام کی اکثریت بڑی تیزی کے ساتھ بنیادی ضروریات سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ بظاہر یہ سب حکمرانوں کی نااہلی اور اسلام سے دوری کا نتیجہ نظر آتا ہے۔ لیکن اِس کا حقیقی سبب ہمارا اجتماعی انحراف ہے کیونکہ ایسے حکمرانوں کا مسلط ہونا بھی اجتماعی بداعمالیوں کی سزا اور اللہ کے عذاب کی صورت ہوتی ہے۔ اِس مشکل کا حل محض یہ نہیں کہ حکمرانوں کو بدل دیا جائے' بلکہ اصل ضرورت ان اسباب کو ختم کرنے کی ہے جن کی وجہ سے ہم اس عذاب کی گرفت میں آئے ہیں۔ چونکہ پوری قوم نے انفرادی و اجتماعی سطح پر دین سے غداری کی ہے۔ لہٰذا اس عذاب سے بچنے کی واحد راہ توبہ ہے۔ ہر شخص انفرادی زندگی میں اس عزم کے ساتھ اپنا قبلہ درست کرے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہر حالت میں مقدم ہوگی' جبکہ اجتماعی توبہ یہ ہے کہ قوم اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائے' وگرنہ ذلت و رسوائی کا جو عذاب ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے' اس سے بچ نہیں سکیں گے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

انسان کمزور ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النساء) یعنی انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا بشری کمزوری کے تحت اُس سے گناہوں کا صدور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کے ازالے کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اُس نے اپنے بندے کو رجوع کا موقع عطا فرمایا ہے اور جو بندہ اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اُسے معاف فرما دیتا ہے بلکہ توبہ کے ذریعے اُس کے درجات بھی بلند فرماتا ہے۔

توبہ کا انسانی نفسیات سے گہرا تعلق ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ میں نے جو گناہ کیا ہے اُس کے ازالے کی کوئی صورت نہیں ہے، تو اُس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اُس میں اصلاح کا داعیہ پیدا نہیں ہوگا۔ وہ سوچے گا کہ ویسے بھی بخشش کی کوئی صورت نہیں، میں ساری زندگی گناہوں اور سرکشی میں کیوں نہ گزار دوں، کیوں من چاہی زندگی بسر نہ کروں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ تم سے پہلے امت میں ایک آدمی تھا جس نے اللہ کے ننانوے بندے قتل کئے تھے۔ (ایک وقت اس کے دل میں ندامت اور اپنے انجام اور آخرت کی فکر پیدا ہوئی) تو اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس علاقہ میں سب سے بڑے عالم کون ہیں (تاکہ اُن سے جا کر پوچھے کہ میری بخشش کی کیا صورت ہو سکتی ہے)۔ لوگوں نے اس کو ایک راہب (کسی بزرگ درویش) کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ وہ اُن کے پاس گیا اور اُن سے عرض کیا کہ میں (ایسا بدبخت ہوں) جس نے ننانوے خون کئے ہیں، تو کیا ایسے آدمی کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ (اور وہ بخشا جا سکتا ہے؟) اس راہب بزرگ نے کہا: بالکل نہیں: تو 99 آدمیوں کے اس قاتل نے اس بزرگ راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور سو کی گنتی پوری کر دی (لیکن پھر اس کے دل میں وہی خلش اور فکر پیدا ہوئی) اور پھر اس نے کچھ لوگوں سے کسی بہت بڑے عالم کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اس کو کسی بزرگ عالم کا پتہ بتا دیا۔ وہ ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ: میں نے سو خون کئے ہیں، تو کیا ایسے مجرم کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے (اور وہ بخشا جا سکتا ہے؟) انہوں نے کہا: ہاں ہاں! (ایسے کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے) اور کون ہے جو اس کے اور توبہ کے درمیان حائل ہو سکے۔ (یعنی کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی توبہ کو قبول ہونے سے روک دے۔ پھر انہوں نے کہا میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ) فلاں بستی میں چلا جا، وہاں اللہ کے عبادت گزار کچھ بندے رہتے ہیں تو بھی (وہیں جا پڑ اور) ان کے ساتھ عبادت میں لگ جا (اس بستی پر اللہ کی رحمت برستی ہے) اور پھر وہاں سے کبھی اپنی بستی میں نہ آ، وہ بڑی خراب بستی ہے۔ چنانچہ وہ اس دوسری بستی کی طرف چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب آدھا راستہ اس نے طے کر لیا تو اچانک اس کو موت آ گئی۔ اب اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں نزاع ہوا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے آیا ہے، اور اس نے صدقِ دل سے اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا ہے (اس لئے یہ رحمت کا مستحق ہو چکا ہے)۔ اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے کبھی بھی کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے (اور یہ سو خون کر کے آیا ہے، اس لئے یہ سخت عذاب کا مستحق ہے)۔ اس وقت ایک فرشتہ (اللہ کے حکم سے) آدمی کی شکل میں آیا۔ فرشتوں کے دونوں گروہوں نے اس کو حَکم مان لیا۔ اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں بستیوں تک کے فاصلے کی پیمائش کر لی جائے (یعنی شر و فساد اور اللہ کے عذاب والی بستی جس سے وہ چلا تھا اور اللہ کے عبادت گزار بندوں والی اور قابلِ رحمت بستی جس کی طرف وہ جا رہا تھا)، پھر جس بستی سے وہ نسبتاً قریب ہو اس کو اُسی کا مان لیا جائے۔ چنانچہ پیمائش کی گئی تو وہ نسبتاً اس بستی سے قریب پایا گیا جس کے ارادہ سے وہ چلا تھا، تو رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنے حساب میں لے لیا۔ (متفق علیہ)

بلاشبہ در توبہ کو کھول کر اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر عظیم احسان کیا ہے۔ یہ اُس کی بے پایاں رحمت کا مظہر ہے۔ توبہ کے ذریعے اللہ ہماری ہر قسم کی لغزشوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، سماءِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے، میں اس کو بخش دوں۔''

(صحیح بخاری و مسلم)

اگر ہم توبہ کی مہلت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ہماری ہی بدنصیبی ہوگی۔ کیونکہ جب کوئی اللہ کی رحمت کو طلب کرنے پر آمادہ اور مغفرت کا طلب گار ہی نہ ہو، کوئی سیدھے راستے کا متلاشی ہی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو راہِ ہدایت پر نہیں لاتا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہروِ منزل ہی نہیں

(جاری ہے)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرِ نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج: خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

وہ کیا گردوں تھا......

مولانا اسلم شیخوپوری

مشہور انگریز مصنف ایسٹ براؤن دہلی آیا تو خواجہ حسن نظامی صاحب سے بھی ملا اور ان سے 1857ء کی کوئی ایسی کہانی سننے کی فرمائش کی جس کو وہ انگریزی میں لکھ سکے۔ خواجہ صاحب نے اس انگریز مصنف سے کہا کہ آپ کہانی صرف سننا چاہیں گے یا اس کو دیکھنا بھی پسند کریں گے؟ وہ سراپا اشتیاق بن کر بولا: کیا آپ کہانی دکھا بھی سکتے ہیں؟ اگر ایسا ہوا تو میں اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت سمجھوں گا۔ خواجہ صاحب نے فوراً ''جمی جمی'' کہہ کر آواز دی اور ایک آدمی آٹا گوندھتے گوندھتے سامنے آ کھڑا ہوا۔ خواجہ صاحب نے جمی سے کہا کہ صاحب کو سلام کرو اور صاحب سے تعارف کرایا۔ یہ میرا باورچی ہے...... مگر یہ جمی کا پورا تعارف نہ تھا۔ واقعہ مکمل کرنے سے پہلے پورا تعارف ضروری ہے......

جمی آخری مغل تاجدار حضرت بہادر شاہ ظفر کی یادگار تھے' مگر کسے یقین آئے گا کہ ان کی عمر ہنڈیا ڈوئی کرتے گزری۔ لال قلعے کا ہونے والا مالک دلی شہر میں باورچی بن کر رہا۔ ان کے باپ مرزا ولایت شاہ حضرت ظفر کے ولی عہد کے پوتے تھے۔ ولی عہد باپ کے سامنے اللہ کو پیارے ہوئے۔ اس لیے ان کی اولاد اس نام چارے کے راج پاٹ کی اُمیدوار بھی نہ بن سکی جو عظیم مغلوں کا مقدر رہ گیا تھا۔ 1857ء میں مغل سلطنت کا ٹمٹماتا چراغ بجھا تو اس خاندان کے لیے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ یہ لوگ غدر کے بعد بستی حضرت نظام الدین میں اُٹھ آئے تھے اور افلاس کی زندگی گزارتے تھے۔ آمدنی کے ذرائع محدود اور مرزا ولایت شاہ کو افیون کی لت۔ بزرگوں کا اثاثہ کب کا خالصے لگ چکا تھا۔ بس اللہ ہی تھا جو دن کٹ رہے تھے۔ اِس حال میں ان کو ''صاحب عالم'' وہ لوگ بھی نہ کہتے تھے جو ان کے نسب سے واقف تھے۔ چنانچہ وہ جیتے جی ''مرزا جی'' ہی پکارے گئے اور ان کے لڑکے مرزا سہراب شاہ تو مرزا جی بھی نہ رہے بگڑ کر ''جمی'' بن گئے۔ کبھی کبھار کوئی وضع داری کا مارا انہیں مرزا جی کہہ کر مخاطب کرتا تو جمی کھل اٹھتے۔

جمی کو اپنے بزرگوں سے کوئی اور ورثہ ملا ہو یا نہ ملا ہو' زندگی سے لطف اٹھانا انہیں خوب آتا تھا۔ شعر وسخن سے بڑی دلچسپی تھی۔ ناچ گانے کے بھی بڑے رسیا تھے۔ ناممکن تھا کہ پاس پڑوس میں کہیں مجرا ہو یا سانگ ہو اور جمی صاف ستھرا پاجامہ' واسکٹ پہنے اور دلی والوں کی گول ٹوپی اوڑھے وہاں موجود نہ ہوں۔ سینما آیا تو اس کی خاطر وہ دس دس میل پیدل سفر کرنے لگے کہ اس زمانے میں رات کے وقت بستی نظام الدین اور دلی شہر کے درمیان کوئی عام سواری نہ ملتی تھی۔

خواجہ صاحب نے جمی اور اس کی اہلیہ کو گھر کی ایک کوٹھڑی رہنے کے لیے دے دی۔ جمی نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روٹی سالن کا پکانا سیکھ لیا اور معمولی گھریلو ملازم سے ایک درجہ ترقی کر کے باورچی اور خانساماں بن گئے۔ اس سے زیادہ کی ان کو ہوس بھی نہ تھی' چنانچہ باقی زندگی کھانا پکاتے' میز سجاتے گزار دی۔

خواجہ صاحب نے جمی کو آگے بڑھانے کی بہت کوشش کی' مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ترقی کا حصہ ان کے نامور اجداد اپنی اولاد کی تقدیر کا بھی پیشگی وصول کر چکے تھے اور اب جمی کی قسمت میں کچھ بھی نہ تھا جسے وہ حاصل کرتے۔ آیئے! اب ہم پیچھے چلیں اور ادھورے واقعہ کو مکمل کریں۔ جب خواجہ حسن نظامی نے ایسٹ براؤن کو بتایا: ''یہ میرا باورچی ہے''۔ تو اس نے حیرت سے پوچھا: ''آپ نے تو کہانی دکھانے کو کہا تھا' آپ مجھے اپنے باورچی سے کیوں ملاتے ہیں؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔''

خواجہ صاحب نے کہا: ''ذرا صبر کیجیے ابھی سمجھ میں آ جائے گا۔ یہ باورچی ہی کہانی ہے۔ یہ بہادر شاہ ظفر کا پوتا ہے۔ میں اس کو اس کے دادا کی قبر پر رنگون لے گیا۔ میں وہاں کھڑا روتا رہا مگر اس نے نہ فاتحہ پڑھی' نہ اس کی آنکھوں میں میں نے نمی دیکھی۔ جب مجھے وہاں روتے روتے بہت دیر ہو گئی تو یہ میرے قریب آیا اور رازداری سے کہنے لگا: ''میاں! میں نے سینما کا ٹکٹ لیا تھا' شو کا وقت جا رہا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں واپس چلا جاؤں!''

تو جناب مجھے یہی کہانی آپ کو دکھانی تھی کہ جو کام آپ کی توپیں اور بندوقیں اور سنگینیں نہ کر سکیں وہ آپ کے سینما نے کر دکھایا۔ اس شخص کو اپنی عظمت رفتہ کا احساس ہونا چاہیے تھا' اس کی واپسی کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے تھی مگر اسے کچھ یاد نہیں رہا ہے۔ اس نے خود کو آپ کے سینما میں گم کر دیا ہے''۔

خواجہ حسن نظامی نے بہادر شاہ ظفر کے پوتے کا جو خاکہ لکھا ہے' یوں لگتا ہے کہ یہ سارے زوال آمادہ مسلمانوں کا خاکہ ہے جو نہیں جانتے کہ ان کا کیا مقام اور مقصدِ زندگی ہے؟ ان کا ماضی کیا ہے؟ اور ان کی تہذیب و ثقافت کیا ہے؟ ان کے اسلاف عظمت کی بلندیوں پر فائز تھے اور کس طرح بڑے بڑے حکمران ان کے باجگزار تھے؟ اُن کی غفلت کوشی' سہل پسندی اور نسیان نے انہیں کہیں کا نہیں رہنے دیا۔ جمی کو گناہوں کی گٹھڑی اٹھانے کے لیے سینما گھر جانا پڑتا تھا۔ آج ہر گھر سینما گھر ہے۔ سینما کیا ستم ڈھاتا ہوگا جو ستم ٹی وی اور انٹرنیٹ ڈھا رہا ہے۔ حدود اللہ میں ترمیم کرنی ہو یا ہم جنس پرستی کو فطرت کا تقاضا ثابت کرنا ہو' اسلامی روایات سے بغاوت کا درس دینا ہو یا علماء سے نفرت دلوں میں پیدا کرنی ہو۔ سود خوری کو معاشی ترقی کا لازمی جز باور کرانا ہو یا نوجوان بیٹیوں کو گھر سے فرار کی راہیں دکھانی ہوں...... ان میں سے ہر ایک کے لیے ٹی وی سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ راگ رنگ اور ناچ گانے میں کھو کر مسلمان بھول ہی گیا کہ مجھے پوری دنیا میں بھلائی پھیلانے کے لیے پیدا کیا گیا۔ جو خود ہی راہ سے ہٹ چکا ہو' وہ اوروں کو راہِ راست پر کیسے لا سکتا ہے؟ لذت پرستی کے نشہ نے جس کے دماغ کی چولیں تک ہلا دی وہ کیونکر دوسروں کے دماغ درست کر سکتا ہے۔ جس کے اپنے سینے میں ظلمتوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں' وہ کسی اور کے سینے میں ایمان کا چراغ کیسے روشن کر سکتا ہے؟ جسے عالم کی قیادت اور تخت نشینی کے لیے پیدا کیا گیا تھا وہ خانساماں تو کیا کچھ بھی بننے کے لیے تیار ہے اور وہ بھی ایسے بدترین دشمنوں کا جن کے بس میں اگر ہو تو اس کا نام ونشان تک مٹا دیں۔ یہ فریب خوردہ اور بھولا بھالا شاہین بھول ہی گیا کہ اس کا نشیمن کچرے کا ڈھیر نہیں' پہاڑوں کی بلندیاں ہیں۔ اس کا نام جمی نہیں' مرزا سہراب شاہ ہے بلکہ بھلے وقتوں میں تو کسی کو اس کا نام لینے کی بھی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بڑے بڑے ''پھنے خاں'' اسے ''صاحب عالم'' کہہ کر پکارتے تھے۔ خواجہ نظامی ایک جمی کے زوال وادبار پر افسردہ دل تھے اور ہمیں ایک ارب پچاس کروڑ جمیوں کا غم کھائے جا رہا ہے۔ (بشکریہ: ضرب مؤمن)

یہ بہادر شاہ ظفر کا پوتا ہے۔ میں اس کو اس کے دادا کی قبر پر رنگون لے گیا۔ میں وہاں کھڑا روتا رہا مگر اس نے نہ فاتحہ پڑھی' نہ اس کی آنکھوں میں میں نے نمی دیکھی۔ جب مجھے وہاں روتے بہت دیر ہو گئی تو یہ رازداری سے کہنے لگا: ''میاں! میں نے سینما کا ٹکٹ لیا تھا' شو کا وقت جا رہا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں واپس چلا جاؤں!''

سینگال میں اسلام

سید قاسم محمود

شمالی افریقہ میں مصر' سوڈان' صومالیہ اور مغرب میں لیبیا' تیونس' الجزائر اور مراکش ایسے ملک ہیں جہاں مغربی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے بعد اسلام کی اصل دینی رُوح' احکامِ شریعت اور تہذیبی اقدار کے احیاء کے لیے باضابطہ تحریکیں زور شور سے چلتی رہی ہیں جن کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ لیکن مغربی افریقہ کے سیاہ فام ملکوں میں اگرچہ اسلام کی روشنی برعظیم پاک وہند کے ساتھ ساتھ آ گئی تھی' لیکن وہاں مظاہر پرستی کی جڑیں اتنی مضبوط تھیں کہ وہاں کے مسلمانوں میں اب تک عبادات کے سوا' معاملات اور بالخصوص حکومتی سطح کے امور میں اسلام رائج نہیں ہو سکا۔ آزادی کے بعد بھی وہاں سیکولر نظام اختیار کیا گیا اور مذہب کو ریاست سے الگ رکھا گیا ہے۔ سینگال' مالی' گنی' گیمبیا' نائجر' چاڈ' اِن سب ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے' جس کی وجہ سے یہ اسلامی سربراہی کانفرنس کی تنظیم کے رُکن بھی ہیں' لیکن چونکہ وہاں سچے اور خالص مفہوم میں اسلام ابھی پوری طرح رائج و نافذ نہیں ہو سکا' لہٰذا وہاں اسلام کے احیاء وتجدید کی تحریکیں بھی واضح اور روشن نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے اِس سلسلۂ مضامین میں ان ممالک کے مسلمانوں کے عام حالات اور مغربی استعمار سے اُن کی آزادی کی تحریکوں ہی پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ اِن کا احیائی تحریکوں سے گہرا تعلق نہیں ہے۔ (س۔ق۔م)

مغربی افریقہ کے نیگروں علاقوں میں سب سے پہلے سینگال کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں مرابطین کے مشہور مبلغ اور رہنما عبداللہ بن یٰسین نے 1050ء کے قریب دریائے سینگال کے ایک جزیرے میں اپنا تبلیغی مرکز قائم کیا تھا۔ سب سے پہلے سینگالی قبیلے تکرور کے حکمران نے اسلام قبول کیا اور 1076ء میں نماتا کی مظاہر پرست (ملحد) حکومت نے مرابطین کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہاں کے باشندوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت اِس ملک کی آبادی ایک کروڑ پچانوے لاکھ ہے' جس میں سے 94 فیصد مسلمان' ایک فیصد لامذہب اور 5 فیصد عیسائی ہیں۔ دارالحکومت ڈاکار ہے' جس کی آبادی 25 لاکھ کے قریب ہے۔

سینگال زمانہ قدیم میں زیادہ تر اُن بڑی سلطنتوں کے زیرِ اثر رہا ہے جو دریائے نائجر کی وادی میں قائم ہوتی رہی تھیں۔ چنانچہ نماتا' مالی اور سونگھائی تمام سلطنتوں کی سینگال پر کسی نہ کسی شکل میں بالادستی قائم رہ چکی تھی۔ 1559ء میں ایک مقامی قبیلہ "فولا" جو مظاہر پرست تھا' سینگال پر قابض ہو گیا اور 1773ء تک سینگال پر اِس غیر مسلم قبیلے کی حکومت قائم رہی۔ اس کے بعد فولا قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔

یورپ کی قوموں میں سب سے پہلے پرتگالی 1444ء میں سینگال پہنچے۔ انہوں نے مقامی باشندوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کی اور غلاموں کی خرید وفروخت کو وسیع پیمانے پر رواج دیا۔ دو سو سال بعد 1645ء میں فرانسیسی

سینگال میں جس کی 90 فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے' ایک عیسائی کا صدر ہونا تعجب کی بات ہے' لیکن افریقہ کے نو آزاد ملکوں میں اس کی مثالیں عام ہیں

آئے اور انہوں نے دریائے سینگال کے دہانے پر اُس جگہ ایک کارخانہ قائم کیا' جہاں بعد میں سینٹ لوئی کا شہر آباد ہوا۔

حاجی عُمر تجانی

یورپ کی دوسری قوموں کی طرح فرانسیسیوں نے بھی تجارت کی آڑ میں سینگال کے داخلی معاملات میں مداخلت شروع کر دی اور آہستہ آہستہ اندرون ملک قدم بڑھانا شروع کر دیا۔ سینگال میں جن لوگوں نے فرانسیسیوں کا جم کر مقابلہ کیا' اُن میں حاجی عُمر تجانی (1797-1865ء) کا نام سب سے نمایاں ہے۔ حاجی عُمر تجانی سینگال کے ضلع فوتو تورو کے رہنے والے تھے اور اُن کا تعلق قبیلہ تکرور سے تھا۔ 1820ء میں انہوں نے حج کیا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں چند سال رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ جب وہ حجاز سے واپس آئے تو فرانسیسی سینگال کے ساحلی علاقے پر قبضہ جما چکے تھے اور اب ملک کے اندرونی حصوں میں بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حاجی عُمر تجانی نے فرانسیسیوں کے خلاف افریقی باشندوں کو منظم کیا۔ ہزاروں مظاہر پرست' لامذہب اُن کی تبلیغی کوششوں سے اسلام لائے اور 1838ء میں وہ اِس قابل ہو گئے کہ مغربی حملہ آوروں کا قوت سے مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ 1848ء میں انہوں نے شمالی نائجر کے علاقے میں قصبہ مانڈنگ پر اور 1854ء میں کارٹا پر قبضہ کر لیا۔ اُسی سال فرانس کا مقررہ نیا گورنر جنرل فید ہربے (Faid Harbe)' جو فرانسیسی نو آبادیوں کا نپولین کہلاتا ہے' سینگال آیا۔ اُس نے حاجی عُمر تجانی کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ کے مقام پر ایک قلعہ بنوایا (مغربی افریقہ میں شہر کا وہ حصہ' جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہوتی ہے' عام طور پر مدینہ کہلاتا ہے' لیکن سینگال کا یہ شہر مدینہ ایک مستقل شہر ہے)

حاجی عُمر تجانی نے 1857ء میں قلعہ مدینہ کا محاصرہ کر لیا جو ایک سو دن تک جاری رہا۔ اس دوران میں فید ہربے نئی امدادی فوج لے کر پہنچ گیا اور حاجی عمر کو پسپا ہونا پڑا۔ حاجی عمر فرانسیسیوں کے ساتھ کئی لڑائیوں کے بعد 1865ء میں' جب وہ فولانیوں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھے' شہید ہو گئے۔ اُس وقت فرانسیسی پورے سینگال پر قابض ہو چکے تھے۔ آزادی سے قبل سینگال فرانسیسی مغربی افریقہ کے گورنر جنرل کی حکومت کا ایک صوبہ تھا۔ اس علاقے کے دو ارکان کو فرانس کی اسمبلی میں دو نشستیں حاصل تھیں۔

حصولِ آزادی

فرانسیسی دورِ استعمار میں مغربی افریقہ کے دوسرے علاقوں کی طرح سینگال بھی آئینی اصلاحات کے مختلف ادوار سے گزرا۔ 28 ستمبر 1958ء کے استصوابِ رائے میں سینگال نے نئے فرانسیسی آئین کے حق میں رائے دی اور اس طرح کامل آزادی کے مقابلے میں' فرانسیسی اتحاد میں رہ کر اندرونی خود مختاری کو ترجیح دی۔ اُسی سال 25 نومبر کو سینگال خود مختار جمہوریہ (ری پبلک) بن گیا۔ 22 مارچ 1959ء کو اسمبلی کے انتخابات ہوئے جن میں یونین پروگریسو سینگال (U.P.S) نے اسمبلی کی تمام نشستوں پر قبضہ کر لیا۔ محمد ضیاء نئی جمہوریہ کے پہلے وزیراعظم منتخب ہوئے۔ 4 اپریل 1959ء کو جمہوریہ سینگال اور جمہوریہ مالی نے' جو اُس وقت

جمہوریہ سوڈان کہلاتا تھا' مل کر "مالی فیڈریشن" قائم کی جو زیادہ دن نہ چل سکی۔ مغربی سوڈان کے رہنما اشتراکیت سے بہت زیادہ متاثر تھے اور اُن کے یہاں ایک سیاسی پارٹی سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کے علاوہ سوڈانی رہنما ایک مضبوط مرکزی حکومت کے حامی تھے۔ سینگال کے رہنماؤں کا موقف اس سے قطعی مختلف تھا۔ اُن کو نہ تو ایک جماعتی نظام سے دلچسپی تھی اور نہ مضبوط مرکز سے۔ وہ ایک ایسا وفاقی نظام چاہتے تھے جس میں بعد میں مغربی افریقہ کے دوسرے ملک میں شامل ہو سکیں۔

یہ سیاسی اختلافات نہ صرف سینگال اور سوڈان کے اتحاد میں حائل ہوئے' بلکہ ان کی وجہ سے مغربی افریقہ کے دوسرے علاقوں میں بھی کوئی موثر اتحاد قائم نہ ہو سکا' حالانکہ مغربی افریقہ میں ایک وسیع تر ریاست ہائے متحدہ افریقہ کی تشکیل کا جذبہ عام ہے اور آزادی کے فوراً بعد سوڈان اور سینگال کے علاوہ نائجر' اپر وولٹا (موجودہ برکینا فاسو) اور دہومی تک نے "مالی فیڈریشن" میں شامل ہونے کی خواہش کی تھی۔ سینگال اور سوڈان کے رہنماؤں کے باہمی اختلافات نے جلد ہی نازک صورتِ حال اختیار کر لی۔ 19 اگست 1960ء کو سوڈان کے صدر مودیبوکیتا (Modibokeita) نے' جو اب مالی فیڈریشن کے صدر ہو گئے تھے' پورے فیڈریشن میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا اور نائب صدر محمد ضیاء کو' جو وزیر دفاع بھی تھے' اُن کے دفاعی وزارت کے اختیارات سے محروم کر دیا۔ مالی کے اِس آمرانہ طرز کے خلاف دوسرے ہی دن یعنی 20 اگست کو سینگال نے مالی فیڈریشن سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ سینگال کے فوجی دستوں نے فیڈریشن کے دارالحکومت ڈاکار میں تمام سرکاری عمارتوں کو گھیرے میں لے لیا اور صدر مودیبوکیتا اور دوسرے سوڈانی حکام کو اُن کے گھروں میں نظر بند کر دیا۔ دو دن بعد اگرچہ اُن سب کو رہا کر دیا گیا' لیکن 26 اگست کو سینگال اسمبلی نے اپنے لیے علیحدہ آئین منظور کر لیا۔ 11 ستمبر 1960ء کو فرانسیسی حکومت نے بھی سینگال کو ایک جداگانہ مملکت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور اس طرح فیڈریشن پانچ ماہ قائم رہ کر ختم ہو گئی۔

نئے سیاسی رُجحانات

سینگال کے رہنماؤں میں محمد ضیاء اور لیوپولڈ سنگور سب سے نمایاں ہیں۔ محمد ضیاء کا شمار ملک کے قابل ترین رہنما میں ہوتا ہے۔ وہ 1910ء میں پیدا ہوئے۔ سینٹ لوئی اور ڈاکار میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد معلم اور صحافی کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ آزادی سے قبل سینگال کی اسمبلی کے رُکن تھے۔ 1956ء میں وہ فرانس کی قومی اسمبلی میں سینگال کی طرف سے رُکن منتخب ہوئے۔ آزادی کے بعد وہ پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ پھر مالی فیڈریشن میں نائب صدر اور وزیر دفاع مامور ہوئے۔ ستمبر 1960ء میں جب سینگال کی نئی حکومت بنی تو وہ وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ محمد ضیاء مغربی افریقہ کی تہذیب کے احیاء کے زبردست حامی ہیں۔ وہ بہت اچھے مقرر اور ماہر معاشیات اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

لیوپولڈ سدار سنگور کیتھولک عیسائی ہیں۔ 1906ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار افریقہ کے اعتدال پسند سوشلسٹ رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ وہ فرانسیسی ثقافت کے مداح ہیں اور فرانسیسی زبان کے اچھے شاعر بھی ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جس کی 90 فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہو' ایک عیسائی کا صدر ہونا تعجب کی بات ہے' لیکن افریقہ کے نو آزاد ملکوں میں اس کی مثالیں عام ہیں۔ اِس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ ملک سیکولر طرزِ حکومت کے حامی ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمان عام طور پر تعلیم' سیاست اور اقتصاد و تجارت کے شعبوں میں عیسائیوں کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں' جس کی وجہ سے افریقی ملکوں کی قیادت عیسائیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔

مالی فیڈریشن کے خاتمے کے بعد صدر سنگور کو صدارت کے عہدے سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی' لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اُن کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ اُن کی مسلم نواز پالیسی ہے۔ انہوں نے فرانسیسی دور میں بھی مغربی افریقہ کے مدارس میں عربی زبان اور دینی تعلیم کو داخل نصاب کرنے کے مطالبے کی حمایت کی تھی۔ صدر بننے کے بعد انہوں نے عربی زبان اور دینی اسلامی تعلیم کے فروغ کے لیے کئی اقدامات کیے۔ اُن کی مقبولیت کا ثبوت اُن کی وہ کامیابی ہے جو اُن کو وزیر اعظم محمد ضیاء کے مقابلے میں ہوئی۔ دسمبر 1962ء میں انہوں نے نہ صرف محمد ضیاء کو وزارتِ عظمٰی کے عہدے سے برطرف کر دیا' بلکہ 1963ء میں نیا آئین بنا کر صدارتی طرزِ حکومت نافذ کر دیا' جس کے تحت وزارتِ عظمٰی کے عہدے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

مارچ 1966ء میں صدر سنگور پر قاتلانہ حملہ ہوا' جس کے بعد انہوں نے تمام مخالف سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی۔ صرف سرکاری جماعت "پروگریسو یونین" قائم رہی' اس لیے 1968ء کے انتخابات اُس نے کسی مقابلے کے بغیر جیت لیے۔ 1968ء اور 1969ء میں طلبہ' مزدوروں اور کسانوں نے ہڑتالیں کیں' جن کو سختی سے دبا دیا گیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1970ء میں آئین میں ترمیم کر کے وزیر اعظم کا عہدہ بحال کر دیا گیا اور ایک مسلمان عبدو ضیوف Abdou Diouf کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ جنوری 1973ء کے انتخابات میں صدر سنگور پھر بلا مقابلہ منتخب ہو گئے اور اُن کی پارٹی نے قومی اسمبلی کی تمام نشستیں حاصل کر لیں۔

1974ء میں تمام سیاسی قیدی رہا کر دیے گئے۔ محمد ضیاء بھی رہا کر دیے گئے۔ رہائی کے بعد محمد ضیاء نے ڈیموکریٹک پارٹی بنائی جس نے حزبِ اختلاف کا کردار ادا کیا۔

1976ء میں سینگال کے دارالحکومت ڈاکار میں "تنظیم افریقی اتحاد" اور عرب لیگ کی ایک مشترکہ کانفرنس ہوئی' جس میں سینگال کے صدر سنگور نے تجویز پیش کی کہ ان دونوں تنظیموں کا ادغام ہونا چاہیے اور ایک ایسی مصالحتی یا ثالثی عدالت قائم ہونی چاہیے جس میں افریقی ممالک کے باہمی تنازعات کا تصفیہ ہُوا کرے۔ فروری 1978ء میں بارہ برس کے بعد کثیر جماعتی انتخابات ہوئے۔ پہلی مرتبہ ڈیموکریٹک پارٹی کے رہنما عبداللہ وعدہ نے صدر سنگور کا مقابلہ کیا' لیکن صدر سنگور 80 فیصد ووٹ حاصل کر کے پھر صدر منتخب ہو گئے۔ اِس مرتبہ اُن کی یونین پارٹی کے 83 نمائندے اور ڈیموکریٹک پارٹی کے سترہ نمائندے کامیاب ہوئے۔

آزادی کے بعد کئی سال تک فرانس اور سینگال کے درمیان بہت قریبی سیاسی اور معاشی تعلقات قائم رہے اور مسلم اکثریت کا ملک ہونے کے باوجود سینگال نے اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کیے' لیکن اکتوبر 1973ء میں عرب اسرائیل جنگ کے وقت سینگال نے اسرائیل سے تعلقات منقطع کر لیے اور اسلامی دنیا سے قریب تر ہو گیا۔ چنانچہ 1995ء میں او آئی سی کے وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس ڈاکار میں منعقد ہوئی۔

سینگال کی معیشت کی بنیاد زراعت اور مویشی بانی پر ہے۔ مونگ پھلی سب سے بڑی زرعی پیداوار ہے اور بڑی تعداد میں برآمد کی جاتی ہے۔ ماہی گیری بھی ملک کی معیشت میں اہمیت رکھتی ہے۔ 1972ء میں سینگال' مالی اور موریطانیہ نے دریائے سینگال کے آبی وسائل کو ترقی دینے کے لیے ایک برقابی پروجیکٹ پر کام شروع کیا۔ یہ دریا اِن تینوں ملکوں میں سے گزرتا ہے۔

1980ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کی قیادت میں حزبِ اختلاف کے ایک ہزار سے زائد ارکان نے ایوانِ صدر کے سامنے سخت احتجاجی مظاہرے کیے۔ سینگال نے لیبیا سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے۔ 31 دسمبر کو صدر سینگور سیاست سے سبک دوش ہو گئے۔

یکم جنوری 1981ء کو عبدہٗ ضیوف نے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔ قومی اسمبلی نے ایک قانون بنایا جس کی رُو سے سیاسی جماعتوں کی تشکیل اور سرگرمیوں پر سے ہر طرح کی پابندیاں اٹھالی گئیں۔ قومی اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے گیمبیا کے ساتھ کنفیڈریشن میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ "سینی گیمبیا" کے نام سے دو ملکوں پر مشتمل کنفیڈریشن وجود میں آ گئی ہے۔ طے پایا کہ دونوں ملک اپنی اپنی جگہ خود مختار ہوں گے۔ صرف دفاع اور مالی امور مشترک ہوں گے۔ 1987ء جون کے انتخابات میں عبدہٗ ضیوف کو دوبارہ صدر منتخب کیا گیا۔ 2000ء مارچ میں صدارتی انتخابات ہوئے جو عبدہٗ ضیوف کے معاصر عبداللہ وعدہٗ نے 60 فی صد ووٹ لے کر جیت لیے۔ اُس وقت سے اب تک وہی سینگال کے صدر ہیں۔ (جاری ہے)

اے پی سی کا ایجنڈا اور متحدہ مجلس عمل

محبوب الحق عاجز

اے آر ڈی نے لندن میں ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس کے سات نکاتی ایجنڈے کی باضابطہ منظوری دے دی ہے۔ اے آر ڈی کا اجلاس 8 مارچ کو پیپلز پارٹی کے صدر مخدوم امین فہیم کی زیر صدارت ہوا۔ اجلاس کے بعد امین فہیم نے ایجنڈے کے نکات کی وضاحت کی۔ جس کے مطابق ایجنڈے میں 12 اکتوبر 1999ء کی حالت میں 1973ء کے آئین کی بحالی' آزاد و شفاف اور غیر جانبدارانہ انتخابات' سیاسی جماعتوں کے ساتھ مشاورت' اتفاق رائے کی قومی حکومت' آزاد عدلیہ' آزادانہ الیکشن کمیشن کا قیام' جلا وطن قیادت کی وطن واپسی پر غیر آئینی پابندیوں کا خاتمہ' جنرل مشرف کے موجودہ اسمبلیوں سے دوبارہ منتخب ہونے اور حکومت کی طرف سے انتخابات کو موخر کرنے کے نکات شامل ہیں۔

اپوزیشن جماعتوں کی اے پی سی کے ایجنڈے کے اعلان سے بہت سے شکوک وشبہات ختم ہو گئے ہیں۔ اِس سے قبل اے پی سی کے انعقاد کے حوالے سے اے آر ڈی کی جماعتوں' خاص طور پر پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے مابین کافی عرصے سے اختلافات چلے آ رہے تھے۔ حکمران جماعت اِس پر خوش تھی۔ لیکن اب جب کہ اے پی سی حقیقت بنتی نظر آتی ہے' اِس کے خلاف حکمرانوں کے لب ولہجہ میں بھی طنز وتعریض کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اور مقتدر جماعت کے سیاسی نجومی اس کی ناکامی کی پیشینگوئیاں کر رہے ہیں۔ حالانکہ عام خیال یہ ہے کہ اگر اے پی سی کے انعقاد کے بعد اِن نکات کے حوالے سے کوئی مشترکہ اعلامیہ جاری ہوتا ہے' اور بعد ازاں اپوزیشن جماعتیں اپنے مطالبات کے حق میں کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں' تو موجودہ حکومت کے لئے' جو فوجی سربراہ مملکت کے سہارے کھڑی ہے' یقیناً مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

ایجنڈے میں جن نکات کو مطالبات کی صورت میں شامل کیا گیا ہے' عکسی ترتیب سے دیکھا جائے تو درحقیقت یہی وہ خرابیاں ہیں جو ہر دور میں ہمارے قومی افق پر نمودار ہوتی اور ہمارے سیاسی وجود کو گھائل کرتی رہی ہیں۔ وطن عزیز اپنی عمر گزشتہ کے آدھے سے زائد عرصے میں فوجی حکمرانی کے نرغے میں رہا ہے۔ اس کے علاوہ جب بھی انتخابات منعقد ہوئے' اُن کے بارے میں عام تاثر یہی رہا کہ وہ "انجینئرڈ" ہوئے۔ تقریباً ہر عہد حکومت میں عدلیہ کو سیاسی دباؤ کا سامنا رہا۔ موجودہ چیف جسٹس کے خلاف کارروائی اِس کی تازہ ترین مثال ہے۔ آئین روز اوّل سے مسئلہ بنا رہا ہے۔ ہم اپنی آزادی کے نو سال بعد بمشکل ایک آئین بنا پائے' مگر بہت جلد ہی اُس کی بساط لپیٹ دی گئی۔ جنرل ایوب خان نے نیا آئین تشکیل دیا' جس سے اپنے اقتدار اور حکمرانی کے تسلسل کے لئے راہیں نکالی گئیں۔ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ملک کی تمام جماعتوں اور لسانی گروپوں کے اتفاق رائے سے ہم 1973ء کا آئین بنانے میں کامیاب ہوئے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ آئین کو ہر دور میں بازیچہ اطفال بنایا گیا۔ ہر حکمران نے اُسے موم کی ناک سمجھا اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے اُس میں من مانی ترامیم کیں۔ نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد 1973ء کے آئین میں بھی فوجی صدر کی ایما پر ترامیم ہوئیں۔ سترھویں ترمیم کے ذریعے اُن کے اقدامات کو آئینی تحفظ دیا گیا۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری حکومت نے اہم قومی معاملات پر سیاسی جماعتوں سے مشاورت نہیں کی۔ داخلی معاملات اور خارجہ پالیسی کے ضمن میں اہم فیصلے صدر مشرف کی ذات کے گرد گھومتے رہے اور ہیں اور اِن اہم فیصلوں کے سلسلے میں ملک کی دینی' سیاسی قیادت کو اعتماد میں لینے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی گئی' حالانکہ یہ تو جمہوریت کا حصہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قومی امنگوں سے متصادم پالیسیوں سے عوام میں بے چینی اور عدم تحفظ کا احساس بڑھتا چلا گیا ہے۔ آج حکمران خواہ عوامی حمایت کے لاکھ دعوے کریں' حقیقت یہ ہے کہ انہیں قوم کا اعتماد اور تائید حاصل نہیں۔

اگرچہ اے پی سی ایجنڈے کے نکات بڑی حد تک معقول ہیں اور اُن کے بارے میں قوم میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے' تاہم اِس میں حکومت کی اہم داخلی پالیسیوں' نظریاتی انحرافات' اور ناکام خارجہ پالیسی سے صرف نظر کیا گیا ہے' جو کسی طور مناسب نہیں۔ حکومت داخلی محاذ پر ملک کو سیکولرازم کی راہ پر ڈالنا چاہتی ہے۔ وہ جس طرح روشن خیالی کے نام سے اسلام کا نیا ایڈیشن متعارف کرانا چاہتی ہے' اِس سے قوم کے تمام سنجیدہ حلقے سخت اضطراب میں مبتلا ہیں۔ اسلام کے نام پر اسلام کے روشن چہرے کو مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ اسلام کی محکم تعلیمات اور واضح احکامات کے ضمن میں ابلاغی محاذ پر ایسی خطرناک مہم چلائی جا رہی ہے' جس سے تشکیک کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ اسلام کی سماجی اقدار کی بجائے مغربی اور ہندوانہ تہذیب کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ نام نہاد تحفظ نسواں بل کی منظوری کا سنگ میل عبور کرنے کے بعد ایک نجی ٹی وی چینل پر شراب پر بحث کا آغاز کر دیا گیا ہے' بالکل اُسی طرح جیسے تحفظ نسواں کے لئے فضا بنانے کی خاطر حدود آرڈیننس پر بحث کرائی گئی تھی۔ یہی نہیں حکومت کو اب یہ بھی گوارا نہیں کہ پاکستان کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ کا سابقہ رہے۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی 11 اگست کی تقریر کو آئین کا حصہ بنا کر اسلام کے آئینی کردار کو یکسر ختم کرنے کی تدبیر ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ اُس ملک میں ہو رہا ہے' جس کا مقصد وجود ہی یہ قرار پایا تھا کہ اُس میں قرآن کی حکمرانی اور شریعت کی بالادستی ہو گی۔ اسلام کی اصول حریت واخوت و مساوات پر مبنی ایک عادلانہ نظام اور پاکیزہ معاشرہ تشکیل دیا جائے گا۔ یہ واردات اس قوم کے ساتھ ہو رہی ہے جس کو آئین میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ انہیں ایسے مواقع فراہم کئے جائیں گے کہ وہ اپنی زندگیاں قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق بسر کریں۔

خارجی محاذ پر نائن الیون کے بعد ہم نے افغان پالیسی پر یوٹرن لیا۔ آج ہم اُس کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ ایک طرف ہم شدید بدامنی' انتشار' لاقانونیت اور خودکش حملوں کی زد میں ہیں' اور دوسری طرف ملک کی سلامتی اور خودمختاری بھی خطرات سے دوچار ہے۔ جارح امریکہ افغانستان میں اپنی ہزیمت کا الزام ہمارے سر تھوپ رہا ہے۔ وہ قبائلی علاقوں سے طالبان اور القاعدہ کی دراندازی کا الزام لگا کر آئے روز جارحیت کا ارتکاب کرتا ہے اور ہم پر بھی شدید دباؤ ہے کہ مبینہ دراندازی کو روکیں۔ ملک کے اندر بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت اور دباؤ پوری قوم کے لیے سخت باعث تشویش ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اے پی سی کے ایجنڈے میں اسے شامل نہیں کیا گیا۔ اِسی طرح روشن خیالی کے نام پر اسلام کے خلاف چلائی جانے والی مہم کو ایجنڈے کا انتہائی اہم نکتہ ہونا چاہئے تھا' جیسا کہ متحدہ مجلس عمل کے نائب صدر ساجد میر نے کہا ہے۔ اگر اِن بنیادی اہمیت کے امور کو شامل نہیں کیا جاتا تو ایجنڈے کو متوازن نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے بغیر یہ ایسا ایجنڈا ہو گا جسے ملک وملت کی بھلائی سے زیادہ سیاسی مفادات کا عکاس سمجھا جائے گا۔

یہ امر بھی کسی طور مناسب نہیں کہ ایجنڈے کے نکات کو حتمی قرار دیا جائے اور اِس میں کسی قسم کی ترمیم واضافے کی گنجائش نہ رکھی جائے۔ جیسا کہ فیصلہ کیا گیا ہے تیار کردہ ڈیکلریشن پر ایم ایم اے کو کسی بھی ترمیم کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کیا یہ آسمانی وحی ہے کہ اِس میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ یہ بات کس قدر عجیب ہو گی کہ آپ قومی اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے جن جماعتوں کے سیاسی اتحاد کا تعاون حاصل کرنا چاہتے ہیں' انہیں ایجنڈے میں کوئی نئی چیز شامل کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔ آپ خود سیاسی جماعتوں سے مشاورت کی بات کرتے ہیں' اور حکومت سے بھی اِس کا مطالبہ کرتے ہیں اور خود آپ کا اپنا طرز عمل یہ ہے کہ دوسروں سے مشورہ یا تجاویز قبول کرنے کی راہ ہی بند کر رہے ہیں۔

قیاس یہ کیا جا رہا ہے کہ مجلس عمل کو اِس میں ترمیم کی اجازت نہ دینے کی بات اِس لئے کی گئی ہے کہ وہ اسلامی نظریہ کی پامالی اور امریکی مداخلت اور دھمکیوں کو ایجنڈے میں شامل کرنے پر اصرار نہ کرے۔ اے آر ڈی کی جماعتوں خاص طور پر پیپلز پارٹی کسی ایسے نکتے کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتی جو اُس کی سیکولر پالیسیوں کے منافی ہو۔ اُس نے تحفظ نسواں بل کی منظوری میں

حکومت کا ساتھ دیا۔ اسلامی اقدار کی پامالی کے خلاف صدائے احتجاج اُس کی ترجیحات میں کیسے شامل ہو سکتی ہے۔ اِسی طرح خارجہ پالیسی کے حوالے سے بھی وہ کسی ایسی بات کو برداشت نہیں کر سکتی جس سے امریکہ سے تعلقات متاثر ہوں۔ بے نظیر بھٹو افغان پالیسی پر نہ صرف جنرل پرویز مشرف سے کامل اتفاق کرتی ہیں' بلکہ اُس سے آگے کر گزرنے کو آمادہ ہیں۔ کچھ ہی عرصہ پہلے انہوں نے امریکہ کی تمام پالیسیوں کی حمایت کا اعلان کیا۔ یہاں تک کہ وہ قومی ہیرو ڈاکٹر قدیر خان کو امریکہ اور حافظ سعید' داؤد ابراہیم کو انڈیا کے حوالے کرنے کا بیان بھی جاری کر چکی ہیں۔ بے نظیر بھٹو کے حوالے سے یہ بیان بھی اخبارات میں شائع ہوا کہ اگر امریکہ نے ایران پر حملہ کیا' تو پاکستان امریکہ کو ضرورت پڑنے پر لاجسٹک سپورٹ فراہم کرے گا۔ بے نظیر اب امریکہ روانہ ہو رہی ہیں' وہ امریکہ کی غلط اور نامنصفانہ پالیسیوں کے خلاف بات کر کے امریکہ کو ناراض نہیں کر سکتیں' خواہ وہ پالیسیاں پاکستان کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں۔

یہ صورتحال متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ انہیں اس نکتے پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ اسمبلی میں بڑی تعداد میں نشستیں رکھنے کے باوجود وہ اتنے بے توقیر کیوں ہو گئے ہیں کہ اپنی کسی بات کو ایجنڈے میں شامل بھی نہیں کرا سکتے۔ اس کا سبب شاید وہ طرزِ عمل ہے جو تحفظ نسواں بل کے حوالے سے اختیار کیا گیا۔

دینی جماعتوں کے قائدین کو ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ کے تلخ تجربہ اور موجودہ ناگفتہ بہ صورتحال کے بعد یہ بات سمجھ آ جانی چاہئے کہ وہ سیکولر پارٹیوں کے ساتھ مل کر نظریاتی سیاست کو فروغ نہیں دے سکتے۔ وہ لوگ جو اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیں' اُن کو ساتھ ملا کر نظریاتی محاذ پر آگے کیسے بڑھا جا سکتا اور نفاذ اسلام کا عظیم مشن کیسے پورا کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری روایتی سیاست کہہ مکرنیوں' مکر و فریب اور مفادات کے گرد گھومتی ہے' اِسے نظریات سے کوئی سروکار نہیں' اسے پارٹی اور شخصیات کا مفاد عزیز ہے۔ روایتی سیاستدانوں کی اپنی مجبوریاں ہیں۔ اگر مجلس عمل بھی یہی اندازِ سیاست اپنانے پر آمادہ ہے تو پھر اُسے اصولی نظریاتی سیاست کا لبادہ اتار دینا چاہیے' لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو پھر مصلحتوں اور مداہنت کا انداز ترک کر کے اور اپنی ڈیڑھ حکومتوں کے "طوق" سے خود کو آزاد کر کے' نفاذ اسلام کے لئے ایک ایسی پُر امن اور منظم تحریک کا آغاز فی الفور کر دینا چاہیے' جس کا ہدف حکومت کا حصول نہ ہو' اللہ کے کلمہ کی سربلندی ہو۔ یہی وقت کا تقاضا ہے۔

تنظیمی اطلاع

مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ یکم مارچ 2007ء میں مشورہ کے بعد امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید نے جناب احمد حسن کو تنظیم اسلامی پاکستان کے معتمد عمومی کی ذمہ داری تفویض کر دی ہے۔

نماز اور جدید میڈیکل سائنس

ڈاکٹر میاں احسان باری

نماز ارکان اسلام میں سے کلمہ کے بعد سب سے اہم رکن ہے۔ یہ کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔ اِسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر تو عبادت ہے' جس کے ذریعے انسان اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے' اُس کی یاد سے اپنے دل کو منور کرتا ہے۔ اس سے اپنے تعلق کی تجدید کرتا ہے۔ تاہم اس کی ادائیگی کا شریعت نے جو طریقہ بتایا ہے' وہ اتنا اعلیٰ اور بے مثال ہے کہ اس سے انسانی جسم کو بھی بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم اِن فوائد میں سے بعض کا حد درجہ اختصار کے ساتھ تذکرہ کر رہے ہیں۔

ہاتھوں کا کانوں تک اُٹھانا:

جدید تحقیقات کے مطابق جب ہم نماز میں ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانوں کے پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔ دل کے مریض کے لیے تو ایسی ورزش بے حد مفید ثابت ہوتی ہے جو کہ نماز پڑھنے سے خود بخود ہو جاتی ہے۔ یہ ورزش عام حالات میں فالج کے خطرات سے بھی مکمل محفوظ رکھتی ہے۔

نماز میں قیام کرنا:

نماز میں قیام سے دل کا بھار ہلکا ہو جاتا ہے' کیونکہ وزن دونوں پاؤں پر متوازن پڑتا ہے اور آنکھیں سجدہ گاہ پر لگی رہنے سے بھی دل کی یکسوئی مکمل ہو جاتی ہے۔ انسان میں قوتِ مدافعت اور اعصاب میں توانائی پیدا ہوتی ہے۔

نماز میں رکوع کرنا:

رکوع کرنے سے گردہ یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم پیدا ہو گیا ہو بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں' نیز رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل سست پڑ جاتا ہے اور اگر پتھری بن گئی ہو تو رکوع کی حرکت سے بہت جلد نکل جاتی ہے۔ رکوع کے عمل سے معدہ اور آنتوں کی خرابیاں اور پیٹ کے عضلات کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔

نماز میں قومہ:

رکوع کی حالت میں زیادہ خون پمپ ہوتا ہے۔ اس طرح دوبارہ حالت قیام میں آ جانے سے چہرہ اور سر کا دورانِ خون جو حالت رکوع میں بڑھ گیا قومہ میں نارمل ہو جاتا ہے' جس سے شریانوں میں لچک کی استعداد بڑھنے سے ہائی بلڈ پریشر اور فالج کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

نماز میں سجدہ:

جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو اس کے دماغ کی طرف خون زیادہ ہو جاتا ہے۔ جسم کی کسی بھی پوزیشن میں خون دماغ کی طرف زیادہ نہیں جاتا' صرف سجدہ کی حالت میں دماغ، دماغی اعصاب اور سر کے دیگر حصوں کی طرف خون متوازن ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دماغ اور نگاہ بہتر ہو جاتے ہیں۔

نماز میں جلسہ کرنا:

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں' جلسہ گھٹنوں اور پنڈلیوں کو مضبوط بناتا ہے۔ اس کے علاوہ رانوں میں جو پٹھے اللہ تعالیٰ نے نسل بڑھوتری کے لیے بنائے ہیں ان کو خاص قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جس سے مردانہ اور زنانہ کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں دماغی اور جسمانی اعتبار سے صحت مند اولاد پیدا ہوتی ہے۔

نماز میں سلام پھیرنا:

نماز کے اختتام پر ہم سلام پھیرتے ہیں۔ اس عمل سے گردن کے عضلات کو طاقت ملتی ہے اور انسان ہشاش بشاش اور توانا رہتا ہے' نیز سینہ جسلی کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔

ان تمام باتوں کا فائدہ اس وقت پہنچتا ہے جب ہم نماز پوری توجہ دل جمعی پورے آداب اور سنت کے مطابق ادا کریں اور جلد بازی سے کام نہ لیں۔

کیا بچنا' اِسی کو کہتے ہیں؟

عرفان صدیقی

''سب سے پہلے پاکستان'' کا تاریخ ساز نعرہ تخلیق کرنے اور اُسے اپنی پالیسیوں کا مرکز و محور بنا لینے کے بعد صدر پرویز مشرف کو بار دیگر یہ اعلان کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ ''ایران پر حملہ ہوا تو پہلے ہم اپنے آپ کو بچائیں گے۔'' 2001ء میں جب ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دو مینار زمیں بوس ہوئے اور امریکہ نے چشمِ زدن میں جان لیا کہ سب کچھ اُسامہ بن لادن نے کیا ہے جو افغانستان میں بیٹھا ہے اور جب اکتوبر کے اوائل میں اُس نے طالبان کا تختہ اُلٹ کر اپنا تسلّط جمانے کے لئے افغانستان پر حملے کا فیصلہ کر لیا تو پاکستانیوں کی بہت بڑی تعداد کو یقین تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان امریکہ کا ساتھ نہیں دے گا۔ اُن کے سامنے 1980ء کی دہائی کے مناظر آ گئے جب سوویت یونین نے کابل و قندھار پر حملہ کیا تھا اور پاکستانی قیادت نے عوام کے جذبہ و احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے بھرپور عزم کے ساتھ افغان بھائیوں کا ساتھ دیا تھا۔ تب افغانستان کے کٹھ پُتلی حکمرانوں اور بنتی ٹوٹتی حکومتوں سے پاکستان کا کوئی ناتا نہ تھا' بلکہ روس کے ہاتھوں میں کھیلتے یہ لوگ پاکستان سے مخاصمت رکھتے تھے۔ پاکستان نے یہ دلیل دی کہ افغانستان کی جنگ ہماری جنگ ہے اور اس کا دفاع ہمارا دفاع ہے۔ سو 2001ء میں اہلِ پاکستان نے سوچا کہ اب بھی پاکستان یہی تاریخ دہرائے گا۔ کل ہم روسیوں کی جارحیت کے خلاف افغانوں کا ساتھ دے رہے تھے' آج ہم امریکیوں کے خلاف اپنے بھائیوں کے شانہ بہ شانہ لڑیں گے۔ ہم کل بھی ظالم کے خلاف اور مظلوم کے حامی رہیں گے۔ تب شاید ہی کسی پاکستانی کو یقین ہو کہ پاکستان اپنے اڈے' اپنی بندرگاہیں' اپنی فضائیں اور اپنی انٹیلی جنس امریکہ کے حوالے کر دے گا۔ نوے فیصد سے زائد پاکستانیوں کو یقین تھا کہ ملا عبدالسلام ضعیف کو معزول کر کے امریکہ کے حوالے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے طالبان کی حکومت کو تسلیم کر رکھا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم دوستوں کی حکومت اُلٹنے میں امریکہ کا ساتھ دیں؟ اور بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک دوست اسلامی ملک کے عوام پر حملہ ہو اور ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بے حمیتی کے ساتھ تماشا دیکھتے رہیں؟

اگر کوئی اختلاف رائے تھا بھی تو صرف اس قدر کہ کیا پاکستان افغانیوں کا ساتھ دے گا یا غیر جانبدار رہے گا؟ یہ تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ پاکستان امریکی کروسیڈ کا ہراول دستہ بن جائے گا' طالبان کو صفِ دشمناں میں دھکیل دے گا اور اُن کے لہو کا پیاسا ہو جائے گا۔ امریکہ کی ''جنگ دہشت گردی'' سے تعاون کے نام پر پاکستان نے جو کردار ادا کیا اور کتابِ تاریخ میں جس طرح کے کارہائے نمایاں رقم کئے' وہ کسی کے حاشیہ تصور میں بھی نہ تھے۔ پاکستان کے لوگ ہکا بکا رہ گئے۔ تب انہیں بتایا گیا کہ یہ سب کچھ ''سب سے پہلے پاکستان'' کے اصولِ زریں کے تحت ہو رہا ہے اور آئندہ بھی یہی اصول مشعلِ راہ بنا رہے گا۔

> مردانگی تو یہی ہے کہ جس طرح کڑا وقت پڑنے پر ایران نے ہمارا ساتھ دیا تھا' اِسی طرح ایران پر کسی جارحیت کی صورت میں ہم بھی اس کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جائیں' لیکن ''سب سے پہلے پاکستان'' کا تقاضا کچھ اور ہے

اس بات کو اب ساڑھے پانچ سال ہو چکے ہیں۔ اس دوران پاکستانی عوام کے فکر و احساس کو بجلی کے اتنے جھٹکے لگ چکے ہیں کہ زمینی حقیقتیں ان کی نس نس میں سما گئی ہیں۔ جس طرح اکتوبر 2001ء میں کسی پاکستانی کو یہ گمان تک نہ تھا کہ پاکستان امریکیوں کے ساتھ مل کر افغانوں کا لہو پینے لگے گا' اسی طرح آج کسی پاکستانی کو رتی بھر بھی یہ توقع نہیں کہ اگر امریکہ ایران پر ٹوٹ پڑا تو پاکستان اپنے ایرانی بھائیوں کی مدد کرے گا۔

1965ء کی جنگ میں ایران نے اپنے ہوائی اڈے اور اپنی فضائیں ہمارے حوالے کر دی تھیں۔ ہمارے بمبار طیاروں کو مفت پٹرول فراہم کیا جا رہا تھا۔ 1971ء میں بھی ایران نے مقدور بھر ہمارا ساتھ دیا۔ ''احسان کا بدلہ احسان'' تقاضائے انسانیت سہی' لیکن جان ہے تو جہان ہے۔ مردانگی تو یہی ہے کہ جس طرح کڑا وقت پڑنے پر ایران نے ہمارا ساتھ دیا تھا' اِسی طرح ایران پر کسی جارحیت کی صورت میں ہم بھی اس کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جائیں' لیکن ''سب سے پہلے پاکستان'' کا تقاضا کچھ اور ہے۔ پاکستان کے عوام' گزشتہ پانچ سالہ عہدِ دانش آموز کے سبب یہ حقیقت جان گئے ہیں کہ اپنے دوست یا محسن پر بھی حملہ ہو تو پہلے اپنے آپ کو بچانا چاہئے اور اُسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہئے اور اگر اس کے باوجود اپنی جان کو خطرہ باقی رہے تو پھر مارنے والے کے ساتھ مل کر اپنے دوست اور محسن کو مارنا شروع کر دینا چاہئے۔ اس لئے اب شاید ہی کسی پاکستانی کو یہ خوش گمانی ہو کہ مشہد و شیراز نشانہ بنے تو پاکستان ایرانیوں کا ساتھ دے گا۔ سب جانتے ہیں کہ پاکستان الگ تھلگ بیٹھ کر تماشا دیکھتا رہے گا اور امریکہ پاکستان میں حاصل سہولیات کو بہ آسانی ایران کے خلاف استعمال کرتا رہے گا۔

2001ء میں صدر مشرف کی طرف سے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ ضروری تھا کیونکہ قوم ذہنی طور پر امریکیوں کے ساتھ مل کر افغانوں کو مارنے کے لئے تیار نہ تھی۔ لیکن آج صدر کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہ تھی کہ ''ایران پر حملے کی صورت میں پاکستان کو غیر جانبدار رہے گا۔'' حملہ ہوا تو پہلے ہم اپنے آپ کو بچائیں گے۔'' یہ بات تو اب پاکستان کا بچہ بچہ جان چکا ہے کہ ہم ایران کا ساتھ نہیں دیں گے۔ بہت پہلے ہمارے دفتر خارجہ کی طرف سے یہ بیان آ گیا تھا کہ ''ایران پر حملہ ہوا نہیں اور نہ جانے کیوں ہم ابھی سے اپنے اُس ''تاریخ ساز اور باعثِ صد افتخار'' کردار کے تذکرے کرنے لگے ہیں جو ہم نے ادا کرنا ہے۔ سوال یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنی سرزمین اپنی فضاؤں اور اپنے پانیوں میں امریکہ کی جس نوع کی فوجی سہولتیں فراہم کر رکھی ہیں کیا ہم ویسی ہی سہولتیں ایران کو دینے پر آمادہ ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ''غیر جانبداری'' کہاں کی؟ غیر جانبداری تو یہ ہے کہ یا تو ہم ایران کو بھی تمام مراعات دیں یا پھر امریکہ سے کہیں کہ اب تم ایران پر حملہ کرنے چلے ہو' لہٰذا ہم وہ تمام سہولیات واپس لے رہے ہیں جو افغانستان کے حوالے سے تمہیں دے رکھی تھیں۔

''اپنے آپ کو بچانے'' کا فلسفہ ایک اور پہلو بھی رکھتا ہے۔ ہم نے افغانستان پر حملے کے لئے امریکہ کا دست و بازو بننے کا فیصلہ بھی اسی ''مومنانہ'' دلیل کی بنیاد پر کیا تھا لیکن کیا ہم بچ گئے؟ ہمارا حال تو افغانستان و عراق سے بھی زیادہ پتلا ہے۔ افغانستان میں امریکہ کے اتنے فوجی نہیں مرے جتنے ہمارے جنگِ بے ننگ و نام کی نذر ہو چکے ہیں۔ امریکی خود کہہ رہے ہیں کہ وہ پاکستان میں واقع ٹھکانوں پر حملے (باقی صفحہ 4 پر)

متاعِ غرور

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قرآن مجید میں حیات دنیوی کو متاع الغرور قرار دیا گیا ہے۔ یعنی یہ دھوکے کا سامان ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حیات دنیوی میں جو چمک دمک' کشش اور لذت ہے وہ بالکل عارضی اور ناپائیدار ہے۔ نہ یہاں کی خوشی حقیقی خوشی ہے' نہ یہاں کا غم حقیقی غم ہے۔ حقیقی خوشی تو وہ ہے جس کو زوال نہ ہو اور حقیقی مصیبت وہ ہے جس سے چھٹکارا نہ ہو۔ پس دنیا کی زندگی کی نہ خوشی پائیدار ہے اور نہ غم۔ حقیقی خوشی اس شخص کو نصیب ہوگی جو دنیا کی زندگی گزارنے کے بعد ابدی راحت پائے گا اور حقیقی غم اُس کو ہوگا جسے جلنے کے لئے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

دنیا کی زندگی میں خوشی کے مواقع بھی آتے ہیں اور غم کے بھی' مگر یہ مواقع آتے اور گزر جاتے ہیں۔ یہاں کی بیماری اور صحت پائیدار نہیں' نہ ہی دولت اور مفلسی لازوال ہے۔ بلکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو آج عزیز جہاں ہے کل کو رسوا و ذلیل ہے' جو آج دولت مند ہے کل کو بے خانماں ہے۔ جو آج اقتدار کے مزے لے رہا ہے' کل کو پس زندان یا پھانسی کے تختے پر جھول رہا ہے۔

پائیدار زندگی وہ ہے جو دنیا کی زندگی ختم ہونے پر شروع ہو گی اور پھر کبھی ختم نہ ہوگی۔ جو وہاں کامیاب ہے وہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو گیا اور جو وہاں ناکام ہوا وہ دردناک عذاب کا نشانہ بنا۔ دنیا کی زندگی میں انسان ہمہ وقت امتحان میں ہے۔ اُسے آسمانی راہنمائی میسر ہے جس کی روشنی میں اُسے زندگی گزارنا ہے۔

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:2)

"اُس نے بنایا موت اور حیات کو تاکہ وہ آزمائش کرے کہ تم میں سے کس کے اعمال اچھے ہیں۔"

موت کے ساتھ ہی یہ وقفہ ختم ہو جاتا ہے۔ اب اُسے نہ نیکی کرنے کا اختیار رہتا ہے' نہ وہ برائی کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس حیات مستعار کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہاں جھوٹ بول کر یا کم تول کر زیادہ نفع کمانے والا خوش ہوتا ہے کہ اسے اتنا زیادہ فائدہ ہوا مگر یہ فریب ہے' اس نے جو ناجائز کمایا اور جس پر وہ خوش ہو رہا ہے۔ حقیقت میں اُس نے اپنا نقصان کیا ہے کیونکہ جس کو اُس نے نقصان پہنچایا ہے' فیصلے کے دن اس کے نقصان کی تلافی کرنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہوگا۔ اس دن کسی کو اس کے حضور اُس کی اجازت کے بغیر زبان کھولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ بولنے کی اجازت دے گا وہ بھی سچی بات ہی کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ حق تلفی کرنے والے کو کہے گا کہ جس کا حق تلف کیا تھا اُس کو ادائیگی کر۔ اب اس شخص کے پاس کوئی پائی پیسہ تو ہوگا نہیں کیونکہ دنیا سے جو رخصت ہوتا ہے وہ خالی ہاتھ جاتا ہے۔ جب وہ ادائیگی نہ کر سکے گا تو بدلے میں حق دار کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے۔ اس طرح جس کام کو وہ دنیا میں فائدہ سمجھتا رہا وہ حقیقت میں اُس کا نقصان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مال و متاع۔ آپؐ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا مگر اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہوگا' کسی پر الزام لگایا ہوگا' کسی کا مال کھایا ہوگا' کسی کا خون گرایا ہوگا' اور کسی کو مارا ہوگا پھر ان میں سے ہر ایک کو حق تلف کرنے والے کی نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر جب اُس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور ابھی اس پر حق باقی ہوں گے تو پھر (حقدار) لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (المسلم)

دیکھا آپ نے اچھا بھلا نمازی' روزے رکھنے والا زکوٰۃ دینے والا حیات دنیا سے دھوکہ کھا گیا۔

دنیا میں جو بادشاہ ہے وہ اصلی بادشاہ نہیں' کیونکہ روزِ محشر اُسے بھی قطار میں لگ کر اپنا حساب دینا ہے۔ اگر اُس نے لوگوں کے حقوق تلف کئے ہوں گے تو اُسے بھی حقوق کی عدم ادائیگی پر سزا ملے گی تو کدھر گئی اُس کی بادشاہی؟ بادشاہ اور قاضی کے عنوان سے بچے ڈرامہ کھیلتے ہیں۔ ایک بادشاہ بن جاتا ہے' دوسرا کوتوال' تیسرا قاضی اور چوتھا چور۔ سب نے اپنے کردار کے مطابق لباس پہنا ہوتا ہے مگر ڈرامہ ختم ہوتا ہے تو نہ قاضی قاضی ہوتا ہے' نہ چور چور ہوتا ہے' کسی نے خوب کہا ہے۔

کل مافی الکون وھم اوخیال
او عکوس فی المرایا او ظلال

"اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے' وہم یا خیال کے درجے میں ہے۔ یوں سمجھئے کہ یہ آئینے میں عکس ہیں یا بس سائے ہیں"۔

بڑا ہی عقل مند آدمی ہے وہ جو متاع حیات سے دھوکہ نہیں کھاتا اور اپنی نظر حقیقت پر مرکوز رکھتا ہے۔ وہ دنیا کے مال اور یہاں کی آسائشوں سے دھوکہ نہیں کھاتا۔ دنیا کی امارت اصل میں امارت نہیں اور یہاں کی غربت حقیقت میں غربت نہیں۔ یہاں کا نقصان حقیقی نقصان نہیں اور یہاں کا فائدہ حقیقی فائدہ نہیں۔

ایک شخص کی چوری ہو جاتی ہے۔ اس نقصان پر وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ چور چوری کا مال حاصل کر کے خوش ہوتا ہے کہ وہ مال لوٹنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جس کا مال چوری ہوا ہے وہ حقیقی خوشی سے ہم کنار ہوگا' جب فیصلے کے دن اُسے مال کے بدلے میں چور کی طرف سے نیکیاں ملیں گی یا اس کے گناہ چور کے سر پر ڈالے جائیں گے۔ اور چور جو چوری کر کے خوش ہو رہا تھا جب اُسے اُس مال کے بدلے نیکیاں دینی پڑیں گی یا مال والے کے گناہ اُس کے سر پر ڈالے جائیں گے تو اُس کی حسرت دیدنی ہوگی۔

بھوک سے بیتاب ایک شخص کی پریشانی دیکھ کر اُسے پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والے کی جیب سے پیسے جا رہے ہیں۔ کھانے پر خرچ ہونے والی رقم سے وہ اپنی کوئی ضرورت پوری نہیں کر سکا۔ بظاہر تو اُسے نقصان ہوا' مگر حقیقت میں جب اُسے اس فعل کے بدلے ثواب ملے گا تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا نقصان درحقیقت اُس کے لئے نقصان نہ تھا بلکہ فائدہ تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے گھر میں ایک بکری ذبح کی اور گھر والوں کو یہ کہہ کر باہر چلے گئے کہ اس کا گوشت محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپؐ واپس تشریف لائے تو پوچھا گوشت کا کیا کیا۔ جواب ملا کہ سارا گوشت تقسیم کر دیا ہے اور صرف ایک ٹکڑا اپنے لئے رکھ لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یوں نہ کہو' بلکہ یہ کہو کہ سارا گوشت رکھ لیا ہے اور ایک ٹکڑا دے دیا ہے۔ جب اس کی وضاحت پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا جو گوشت تقسیم کر دیا گیا وہ تو ہمارے لئے سرمایہ ٹھہرا' کیونکہ اُس پر ثواب ملے گا اور جو ٹکڑا ہم کھا لیں گے وہ تو استعمال (Consume) ہو گیا۔

دنیا کی زندگی کا معاملہ تو یہ ہے کہ مالک کو اونچا مقام حاصل ہے جبکہ نوکر بے وقعت اور نچلے درجے کا آدمی ہے' مگر حقیقت تو یہ نہیں' مالک اور آقا دونوں برابر درجے میں اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ اگر مالک کے اعمال اچھے ہوں گے تو ٹھیک ورنہ اُسے سزا بھگتنی پڑے گی جبکہ نوکر نے زندگی تقوے کے ساتھ گزاری ہوگی تو وہ عزت پائے گا۔

الغرض دنیا کی زندگی کی حقیقت سے بے خبری انسان کو زیب نہیں دیتی کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں کی چمک دمک سے دھوکہ کھایا اور زندگی لہو و لعب میں گزار دی تو یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اصل اہمیت اس زندگی کی نہیں بلکہ حقیقی زندگی کی ہے جو آگے آنے والی ہے۔ اُس کا سکھ حقیقی سکھ ہے اور اس کا دکھ واقعی دکھ ہے۔ یہاں کا دکھ سکھ تو عارضی اور ناپائیدار ہے۔ حقیقی خوشی کو قربان کر کے عارضی خوشی پر مطمئن ہونا بڑا دھوکہ ہے۔

کیا غیر مسلموں کے ہاتھ کا پکا کھانا اسلام میں جائز نہیں ہے؟

☆ کھیلوں کے بارے میں شرعی تعلیمات کیا ہیں؟

☆ کیا نماز مختلف زبانوں میں ادا کی جاسکتی ہے؟ ☆ سات آسمانوں کی کیا حقیقت ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: کیا نماز مختلف زبانوں میں ادا کی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ (محمد صادق)

ج: جمہور علماء کے نزدیک نماز عربی زبان میں ہی ادا ہوگی' اس کے علاوہ کسی زبان میں ادا نہیں ہوسکتی۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا موقف یہ تھا کہ اگر عربی میں یاد کرنے میں شدید مشقت ہو تو اس صورت میں کسی دوسری زبان (فارسی) میں بھی نماز ادا ہوسکتی ہے۔

س: قرآن پاک میں سات آسمانوں کا ذکر ہے' ان کی حقیقت کیا ہے؟ (محمد سراج)

ج: یہ معاملات نہ تو عقیدے کے مبادیات میں سے ہیں اور نہ ہی ان پر عمل کی بنیاد ہے' لہٰذا اس بارے میں زیادہ کھوج کرید سے گریز کریں۔ اس بارے میں جس قدر قرآن و سنت نے ہمیں بتا دیا ہے' اسی پر اکتفا کرنا چاہیے' خواہ مخواہ عقل و منطق کی روشنی میں قیاسات اور اٹکل پچو سے کوئی نظریہ قائم نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ یہ باتیں امورِ غیبیہ میں سے ہیں۔

س: صدقہ اور زکوٰۃ میں کیا فرق ہے؟ کیا صدقہ اور خیرات ہم معنی الفاظ ہیں؟ (فقیر حسین)

ج: قرآن میں صدقات کا لفظ زکوٰۃ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور نفلی صدقات کے لیے بھی۔ البتہ اردو زبان میں صدقہ وخیرات کا لفظ عموماً نفلی صدقات کے لیے ہی بولا جاتا ہے۔

س: کھیلوں کے بارے میں شرعی تعلیمات کیا ہیں؟ کیا ٹی وی پر میچ دیکھنا جائز ہے؟ (رضوان)

ج: اسلام ایسے کھیلوں کی ترغیب دلاتا ہے جو کہ بامقصد ہوں مثلاً گھڑ سواری' تیراکی' نشانہ بازی' مارشل آرٹس وغیرہ' اس لئے کہ ان میں جسمانی مشقت اور ورزش کا فائدہ ہے۔ لیکن بے مقصد کھیلوں کو اسلام لغو قرار دیتا ہے' مثلاً ویڈیو گیمز' کیرم بورڈ' بلیرڈ' پلے کارڈ وغیرہ۔ ایسے کھیلوں میں شریک ہونے یا ان کو دیکھنے کے اعتبار سے ایک مؤمن کا رویہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ ان سے اجتناب کرے' تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ مسلمان اس دنیا میں وقت گزارنے نہیں آیا بلکہ وقت کو قیمتی بنانے آیا ہے۔ جبکہ موخر الذکر قسم کے تمام کھیلوں کا مقصد صرف وقت گزاری ہوتا ہے۔

س: میں نے سنا ہے کہ غیر مسلموں کے ہاتھ کا پکا کھانا اسلام میں جائز نہیں؟ یہ بات کہاں تک درست ہے؟ (شفقت علی)

ج: ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ غیر مسلم کے ہاتھوں کا پکا کھانا کھا سکتے ہیں' خاص طور پر اہل کتاب کے بارے میں تو خود قرآن نے ہی صراحت کر دی ہے کہ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (المائدہ:5) "اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔" ہاں اس بات کا دھیان رکھ لیا جائے کہ کھانے میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو شریعتِ اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہو۔

بقیہ : اداریہ

جمہوریت مکمل ہوئی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ صرف یہ کہ سب کی کارکردگی شرمناک تھی' سب اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ اس وقت صرف عدلیہ ہی کو لیجیے' پہلی قومی اسمبلی کو جب قتل کیا گیا تو وہ عدلیہ کے جسٹس منیر ہی تھے' جنہوں نے انصاف کا خون کیا اور اس نوزائیدہ ملک کی گھٹی میں نظریۂ ضرورت داخل کر دیا۔ پھر جب پہلا مارشل لاء لگا اور عدالت میں چیلنج ہوا تو عدلیہ نے نیا فلسفہ گھڑا' فیصلہ صادر فرمایا گیا "ایک کامیاب انقلاب خود جواز کی حیثیت رکھتا ہے" ماشاء اللہ کیا توجیہہ ہے فوجی بغاوت' جس کی سزا موت ہونی چاہیے تھی' اسے انقلاب کا نام دیا گیا۔ پہلی فوجی بغاوت پر اگر ساری عدالتیں خالی ہو جاتیں تو آج پاکستان ایک مختلف ملک ہوتا' ایک باوقار ملک ہوتا۔ عاصمہ جیلانی کیس میں یحییٰ خان کو اور نصرت بھٹو کیس میں ضیاء الحق کو شہنشاہیت کا اجازت نامہ جاری کر دیا گیا۔ نصرت بھٹو کیس میں عدلیہ نے ایک قدم اور آگے جا کر فردِ واحد کو آئین میں ترمیم کی اجازت بھی دے دی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ عدالت سے ایسی اجازت مانگی نہیں گئی تھی۔

بہرحال ہماری عدلیہ نظریۂ ضرورت کے سمندر میں ڈوب گئی۔ ہر فوجی آمر P.C.O کے تحت کچھ ججوں کو فارغ کر دیتا تو دوسرے حضرات اُن کی جگہ لینے کو تیار ہوتے تھے۔ لہٰذا ہمارے حکمران فوجی ہوتے یا سویلین اپنی مرضی کے فیصلے حاصل کرنے کے عادی ہو گئے۔ اب ایک وردی پوش صدر کے غیر آئینی قدم کا رونا کیا روئیں۔ اسے وردی کے اوپر صدارتی اچکن کس نے پہنائی' کس نے اصولوں کو تج کر اور آگے بڑھ کر P.C.O کے تحت حلف اٹھایا اور سب سے بڑی بات یہ کہ کس نے پچاس سال پہلے "نظریۂ ضرورت" کا گڑھا کھودا۔ تو اس واردات پر ہم اس کے سوا کچھ تبصرہ نہیں کر سکتے کہ چاہ کن را چاہ در پیش۔ ○○

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ راولپنڈی سے متوسط خاندان کی 27 سالہ B.Sc بیٹی کے لیے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: 0301-5127331

☆☆☆☆

☆ ہومیوپیتھک لیڈی ڈاکٹر' عمر 32 سال' طلاق یافتہ کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔
فون: 0302-4427987 042-7593395

☆☆☆☆

☆ رفیقہ تنظیم اسلامی کراچی' عمر 24 سال' تعلیم B.A' ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس' شرعی پردہ کی حامل کے لئے رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: 0321-2435741, 021-6998383

☆☆☆☆

☆ لاہور سے قریشی خاندان کی 28 سالہ گریجوایٹ بیٹی کے لیے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: 0333-4331122

☆ لاہور سے شیخ خاندان کی ایم۔اے اسلامیات' (فائنل)' 21 سالہ' باپردہ بیٹی کے لئے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 042-5834249

☆ لاہور سے شیخ خاندان کی ایم۔اے انگلش' 26 سالہ بیٹی کے لئے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: 0300-8016290

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے ملتزم رفیق عبدالمتین مجاہد کی پھوپھی انتقال کر گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی پنجاب غربی کے مبتدی رفیق عبدالرشید عرف بابو خان وفات پا گئے۔

قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

لڑائی بند کراؤ

10 مارچ کو بغداد میں ملکی صورت حال پر ایک اہم کانفرنس ہوئی جس میں امریکا' ایران' شام اور دیگر عالمی طاقتوں کے اعلیٰ سطحی نمائندے شریک ہوئے۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عراقی وزیر اعظم نور المالکی نے پڑوسیوں پر زور دیا کہ وہ حریت پسندوں (اُن کے اپنے الفاظ میں "دہشت گردوں") کی ہرگز حمایت نہ کریں اور عراق میں فرقہ وارانہ فسادات ختم کروانے میں اپنا کردار ادا کریں جو پھیل کر انہیں بھی نشانہ بنا سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ اپریل میں اسی سلسلے میں وزارتی کانفرنس بھی ہوگی۔ اس میں امریکا' ایران' شام وغیرہ کے وزرائے خارجہ کی آمد متوقع ہے۔

مزید پابندیاں نہیں چاہئیں

آج کل جرمنی سمیت سلامتی کونسل کے پانچوں مستقل ارکان' ایران پر مزید پابندیاں لگانے کے سلسلے میں گفت و شنید کر رہے ہیں۔ روس اور چین نے واشگاف انداز میں کہہ دیا ہے کہ اب ایران پر مزید پابندیاں نہیں لگنی چاہئیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس طرح حقیقتاً ایرانی عوام کو تکلیف پہنچے گی۔

معافی کا قانون منظور

افغان پارلیمنٹ نے جنگی جرائم کے سلسلے میں مطلوب افغانوں کو معافی دینے کا قانون منظور کر لیا ہے' تاہم اب اس میں یہ شق بھی رکھ دی گئی ہے کہ ستم رسیدہ ظلم کرنے والوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ مطلوب افغانوں کی اکثریت کا تعلق روس کے خلاف دورِ جہاد سے ہے۔

اسرائیل کا "اعزاز"

پچھلے دنوں بی بی سی نے 27 ممالک میں ایک سروے کرایا جس میں اٹھائیس ہزار لوگوں نے رائے دی۔ سوال یہ تھا کہ عالمی سطح پر کس ملک سے امن کو سب سے زیادہ خطرات لاحق ہیں' نیز یہ کہ ان کا پسندیدہ ترین ملک کون سا ہے۔ سروے کی رو سے اسرائیل دنیا کا سب سے زیادہ خطرناک ملک ہے۔ 56 فیصد رائے دہندگان نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔ جبکہ 17 فیصد کے نزدیک وہ پسندیدہ تھا۔ دوسرے نمبر پر ایران (54 فیصد خلاف' 18 فیصد پسندیدہ) اور تیسرے پر امریکا (51 فیصد اور 30 فیصد پسندیدہ) رہا۔ امریکا کو پسند کرنے والے یقیناً اُس کی دولت سے مرعوب ہوں گے۔ سروے کے مطابق دنیا کا پسندیدہ ملک کینیڈا ثابت ہوا۔ 54 فیصد نے اُسے پسند کیا۔

نیٹو کے حملے کا آغا

جنوبی افغانستان میں نیٹو نے موسم بہار آتے ہی بڑا آپریشن شروع کر دیا ہے۔ آپریشن کے تحت 4500 نیٹو فوجی اور ایک ہزار افغان فوجی طالبان پر حملے کریں گے۔ یہ 2001ء کی افغان جنگ کے بعد بیرونی دہشت گردوں کا سب سے بڑا آپریشن ہے۔ اس کا آغاز صوبہ ہلمند سے ہوا ہے' جہاں طالبان کا کافی زور ہے۔ نیٹو افواج کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ شہری ہلاکتوں کے باعث افغان عوام طالبان کی مکمل حمایت کر رہے ہیں۔ اگر نیٹو نے ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رکھا' تو حالات مزید خراب ہو سکتے ہیں۔

بنگلہ دیش میں سیاسی سرگرمیاں بند

بنگلہ دیش کی عبوری حکومت نے ملک بھر میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فوج کی آشیر باد سے حکومت ان سیاست دانوں کو گرفتار کر رہی ہے جو کرپشن میں ملوث ہیں۔ حال ہی میں بیگم خالدہ ضیا کے بیٹے کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ عبوری حکومت کو خدشہ ہے کہ سیاست دان گرفتاریوں اور سزا سے بچنے کے لیے ہڑتالوں اور جلسے جلوسوں کا سہارا لے سکتے ہیں۔

عراقی مسئلے کا فوجی حل نہیں

عراق میں امریکی افواج کے نئے کمانڈر ڈیوڈ پیٹریاس نے کہا کہ عراقی بحران فوج کے ذریعے حل نہیں ہو سکتا بلکہ سیاست دانوں کو مل بیٹھ کر مسائل کا حل نکالنا ہوگا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ پھر بش حکومت مزید فوج عراق کیوں بھجوا رہی ہے۔ حتیٰ کہ امریکا نے عراق پر حملہ ہی کیوں کیا؟ امریکیوں نے جس طرح عراق کو تباہ کر دیا ہے' عراقی انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔

پاکستان' ایران' بھارت گیس پائپ لائن

امریکی ایوان نمائندگان کی خارجہ امور کمیٹی کے سربراہ نے انکشاف کیا ہے کہ جلد ایک قانون متعارف کروایا جائے گا جس کی منظوری کے بعد ان تیل کمپنیوں اور ممالک سے بطور سزا تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے جو ایران سے تعلق رکھیں گے۔ اگر یہ قانون منظور ہوا' تو یقیناً ایران' پاکستان اور بھارت گیس پائپ لائن کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ پاکستان تو پہلے ہی امریکیوں کے سامنے بچھا جاتا ہے' امریکا نے بھارت کو بھی قابو میں کر لیا ہے۔

اورنگ زیب کا لکھا قرآن مجید

بنگلور پولیس نے ایک ہوٹل میں چھاپہ مار کر ایک آدمی سے تین سو سال پرانا قرآن شریف برآمد کر لیا ہے۔ وہ قرآن شریف اور ایک قدیم تصویر کسی تاجر کو پانچ کروڑ روپے میں فروخت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ابتدائی تحقیق کے مطابق یہ قرآن مجید اورنگ زیب عالمگیر کا کتابت شدہ ہے کیونکہ اس پر ان کے دستخط ملے ہیں۔ اگر ماہرین آثار قدیمہ نے اس بات کو درست قرار دیا تو یقیناً یہ نہایت اہم دریافت ہوگی۔

قرآن شریف پر خصوصی کیمیکل لگایا گیا ہے تاکہ وہ آگ اور گرد سے محفوظ رہے۔ اس کا وزن تیرہ کلو ہے جبکہ وہ ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس قرآن پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر صفحے سے منفرد خوشبو آتی ہے۔ جبکہ تیس پارے تیس مختلف خطوں میں کتابت کیے گئے ہیں۔ جس شخص سے یہ قرآن پاک برآمد ہوا' اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی ملکیت کا ثبوت پیش نہیں کر سکا۔ یاد رہے کہ اورنگ زیب قرآن پاک کی کتابت کر کے ذاتی اخراجات کا بندوبست کرتے تھے۔

متحدہ حکومت میں اتفاق

فلسطین میں حماس اور الفتح متحدہ حکومت بنانے پر متفق ہو گئی ہیں اور اس کا اعلان اگلے ہفتے کر دیا جائے گا۔ یہ حکمت عملی اس لیے اختیار کی گئی ہے تاکہ بین الاقوامی امداد حاصل کی جا سکے۔ امداد معطل ہونے سے ایک لاکھ پینسٹھ ہزار سرکاری ملازمین کو تنخواہیں دینے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔

اگست 2008ء میں عراق سے انخلا

امریکی ایوان نمائندگان کے ڈیموکریٹک ارکان یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اگر تمام شرائط پوری ہو جائیں' تو اگست 2008ء سے عراق سے امریکی فوج کی واپسی شروع ہو جانی چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ قانون سازی کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ لازمی شرط یہ ہے کہ عراقی حکومت سیکیورٹی مضبوط کر لے ورنہ پھر تاریخ مزید آگے بڑھائی جا سکتی ہے۔

افغان مہاجرین کی واپسی

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین نے اعلان کیا ہے کہ وہ اس سال پاکستان میں موجود ڈھائی لاکھ افغان مہاجرین کو وطن جانے کے سلسلے میں مدد فراہم کرے گا۔ یاد رہے کہ فی الوقت پاکستان میں چوبیس لاکھ افغان مہاجرین رہائش پذیر ہیں۔ ان میں سے تقریباً بائیس لاکھ کو شناختی کارڈ جاری کر کے اگلے تین برس کے لیے رہنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ باقی افغانستان چلے جائیں گے۔

and those of Middle Eastern descent are the immediate focus of this attack. In February last year, Howard said Muslim immigrants posed a unique social threat, citing a supposed 'fragment, which is utterly antagonistic to [Australian] society.' He claimed that 'raving on about jihad' made Muslims particularly dangerous, insinuating that they were likely to be terrorists. Treasurer Peter Costello later declared that Muslims should accept 'Australian values or leave.' The clear implication was that those who refused to pledge their allegiance to officially-defined 'values' should be stripped of citizenship and deported."

As recently as January 29, 2007, Bernard Lewis told the world that Muslims were "about to take over Europe" (Jerusalem Post, Jan 29, 2007). On November 15, 2006, Vatican declared that immigrants must follow local laws, including bans on Muslim veils. Referring to debates in Europe about Muslim women and integration, Italian Roman Catholic prelate Renato Martino said immigrants from other religions "must respect the traditions, the symbols, the culture, the religion of the countries they go to. Renato Martino heads the Vatican's office on issues about migrants, itinerant workers and refugees.

The Times revealed on January 21, 2007 that UK spy chiefs are putting on the terror watch list every single British Muslim who travels to the holy city of Makkah to perform hajj or umra to filter out those who might be linked to Al-Qaeda, a leading British newspaper.

The Guardian reported that Universities across U.K. were asked to spy on Muslims. (October 16, 2006).

When Muslims reacted strongly to George W. Bush's use of the word 'Crusade' post-Sept. 11, they were generally accused of being oversensitive but five years on it looks as though their worst fears might be materializing. Indeed, the war on Islam being embraced by right-wingers throughout Europe and America.

After hearing from their own analysts, politicians, religious leaders and leading academics, we can hope no one will doubt the existence of a war on Islam. Instead of asking pointed questions to belittle others, efforts will be made to combat the poisonous, totalitarian ideology of Westernizing or Christianising the Muslim world. Muslims would do well if they make a conscious effort for coming out of the state of denial.

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ

ایک رفیق...... چار احباب

دعوت کی تاثیر

حضرت اسعدؓ بن زرارہ اور دیگر انصاری صحابہؓ کی گزارش پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت مصعبؓ کو دعوتِ دین کے لئے یثرب بھیجا۔ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو بنوظفر کے ایک باغ میں لے گئے۔ دیگر مسلمان بھی ان کے پاس جمع تھے۔ (بنوعبدالاشہل کے سرداروں) سعد اور اسید نے ایک دوسرے سے کہا: تم ان دونوں (حضرت اسعدؓ اور حضرت مصعبؓ) کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے محلوں میں آکر ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت اُسیدؓ اپنا نیزہ لے کر ان کے پاس گئے۔

اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس کے ساتھ اخلاص سے بات کرو' جتنا زور لگا سکتے ہو' لگا دو۔''

حضرت اُسیدؓ کھڑے ہو کر ان کو گالیاں دینے لگے' دھمکیاں دیں اور دعوت سے منع کیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ذرا بیٹھ جاؤ' کچھ ہماری بھی تو سن لو۔ اگر ہماری بات تمہیں پسند آ جائے تو مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات سے رک جائیں گے۔'' اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بات تو انصاف کی کہی ہے۔''

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت اُسید کے بولنے سے پہلے ہی (قرآن سنتے ہی) ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کر لیں گے۔

قرآن سننے کے بعد حضرت اُسیدؓ نے کہا: یہ دین کتنا اچھا ہے اور کتنا خوبصورت ہے۔ غسل کیا' کپڑے پاک کئے' پھر کلمہ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: ''میرے پیچھے ایک آدمی (سعد بن معاذ) ہے۔ اگر اس نے بھی تم دونوں کا کہا مان لیا تو ان کی قوم کا کوئی آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ میں ان کو بھیجتا ہوں۔''

اس طرح حضرت سعدؓ بن معاذ آئے تو وہ بھی مسلمان ہوئے اور اُن کے قبول اسلام کے بعد اُن کے کہنے پر اُن کی قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دعوتی تحریک کے سلسلے میں تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبۂ دعوت کی ٹیم کے آئندہ پروگراموں کا شیڈول حسب ذیل ہے:

پشاور 18 مارچ	کوئٹہ 20 مارچ
جھنگ 23 مارچ	سرگودھا 25 مارچ

ساتھیوں سے درخواست ہے کہ وہ کثیر تعداد میں اِن پروگراموں میں شریک ہو کر تنظیمی عہد کی پاسداری کریں

المعلن: مرکزی شعبۂ دعوت تنظیم اسلامی

67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6316638-6366638

ای میل: markaz@tanzeem.org ویب سائٹ: www.tanzeem.org

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No.10

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

Who is confirming the war on Islam: Muslims or non-Muslims?

After publishing "A War on Islam?" in 2002, the question that I often faced from some learned Westerners was: "Do you really believe this is a war on Islam?" Despite the question mark to qualify the title of the book, this pointed question was usually asked in a way as if it were a crime or the height of stupidity to even think in terms of a war on Islam. In the four years since then the world seems to have turned around full circle.

Although many among Muslim still believe there is no war on Islam as such. They are under the misconception that if they avoid discussion on "sensitive issues"; if they shun mosques; if they try to appear "liberal"; if they fight the "extremists" among themselves; if they collaborate with the "liberation" armies; if they don't protest illegal wars and occupations; if they "assimilate", "modernise" and "moderate" themselves, they would be accepted as equal human beings and given their due rights.

However, in the non-Muslim camp this is not the case. The Westerners who keep an eye on global affairs are clearly divided into two camps: one is considering the on-going and the planned wars as part of the bigger crusade and want more action to defeat Islam, and the other camp strongly believes this war is unjustified, illegal and it must stop. The beauty of all this is that both camps believe that a war on Islam is underway.

Examples of the camp that wants more war on Islam include administrations in most of the Western world. For example, besides George Bush and Collin Powell's references to Crusade, a quotation widely circulating in the liberal blogosphere, and attributed to a United States Congressman, insists that bringing Christianity to Iraq is the only way to end violence there.

"Stability in Iraq," Rep. Robin Hayes (R-NC) claims, "ultimately depends on spreading the message of Jesus Christ, the message of peace on earth, good will towards men. Everything depends on everyone learning about the birth of the Savior." The statement appeared in The Concord Standard and Mt. Pleasant Times, and has since appeared on a number of high-profile websites.

Others confirming this suicidal desire to defeat Islam include the former New York Times Mid East Bureau chief, Chris Hedges, who warns that the radical Christian right is coming dangerously close to its goal of co-opting the country's military and law enforcement.

Similarly, Bradley Burnston writes about the broader war on Muslims and Islam in Haaretz: "Were I a Muslim living in the West, I'd be mad as hell. Not to mention terrified. Were I a Muslim living in the West, I'd begin to believe that a new Inquisition had begun. An inquisition aimed at no one but Muslims."[ii]

Another example of the Western analysts' confirming the war on Islam is Linda Heard's recent article, titled "Assaults on Islam Come Fast and Furious."

The above examples show that many Muslims may prefer to live in denial. However, aware non-Muslims are not skeptical about the war on Islam. They have chosen to speak out either for or against the ongoing war on Islam. Germany's Justice Minister Brigitte Zypries admitted earlier in 2006 that many Germans wrongly associate Islam with terrorism, saying, 'Many Muslims are faced with discrimination because of their faith as some people link the Muslim faith automatically with Al-Qaeda and terrorism.'

Results of a poll jointly conducted in 2006 by the Washington Post and ABC News shockingly confirmed the same fact. Apparently 46 percent of Americans think poorly of Islam with 40 percent admitting to feeling prejudice against Muslims. Some 22 percent would not want Muslims as neighbours.

The reason is simple: The media, politicians, academicians and religious leaders' joint assault on Islam. Linda Heard writes: "It is becoming hard to keep up with the steady stream of attacks on Islam or its traditions coming out of the mouths of Western political and religious leaders. It's almost as though hunting season has been declared on a quarter of the world's population, with the most unlikely individuals queuing to take pot shots."

Linda goes on to list the facts, such as the Danish cartoons denigrating the Prophet (peace be upon him), Bush's declaring war on "Islamic Fascists", Blair's promising to combat "an evil ideology", and Pope Benedict getting in a dig against Islam by quoting an obscure 14th century Byzantine emperor. These are not isolated, unintentional statements they are not intended to do any harm.

In this open season on Islam, the youth wing of the Danish People's Party organized a competition for "the most demeaning depictions of the Prophet", the state-run television felt obliged to give it full coverage. In U.K., after Jack Straw's statements about the way Muslim women cover themselves, Home Secretary John Reid lectured British Muslims on how to teach their children not to hate. Jack Straw also later disclosed his desire to see Muslim women abandoning the headscarf or hijab. Even worse, a Tory MP is advocating a change in the law to ban the wearing of the veil so as to preserve Britain's 'Christian heritage'.

In the run-up to Austria's parliamentary poll in October, 2006 Jorg Haider's Freedom Party has taken to depicting Islam as a threat to Austria's Christian identity it has produced an advertisement showing an Islamic crescent above an ancient church with this words: 'This is the true hidden desire of Muslims'. This comes on the heels of the country's interior minister calling for the banning of hijab-clad teachers and asserting that 45 percent of Muslims within Austria defy assimilation.

In Belgium, the right-wing party Vlaama Belang has put aside its anti-Semitism in favour of attacking Islam and in doing so has gained an increasingly large Jewish vote, especially among Antwerp's Hassidic Jewish community. The editor of Het Volk insulted the local Muslim community by referring to it as 'a breeding ground for thousands of Jihad candidates'.

In December 2006, Australian Prime Minister John Howard chose the anniversary of the December 2005 race riot at Sydney's Cronulla beach to outline further details of the citizenship test. According to Fergus Michaels: "Muslims